احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اپریل 2014ء

علاماتِ فتن اور موجودہ حالات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی تربیتی خطاب

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی مجسم تصویر

نجکاری کے نام پر قومی وسائل کی لوٹ مار

چشم کشا حقائق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا دورۂ ایران

شیخ الاسلام کا دورۂ ایران ممتاز مذہبی و علمی شخصیات سے ملاقاتیں

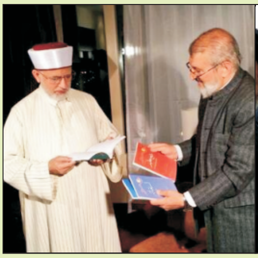

قدوۃ الاولیاء سیمینار میں شریک محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، مہمانان گرامی اور شرکاء

سرپرست تحریک منہاج القرآن سندھ محترم ڈاکٹر خواجہ محمد اشرف، صدر پاکستان محترم ممنون حسین کو شیخ الاسلام کا ترجمہ قرآن ''عرفان القرآن'' پیش کر رہے ہیں۔ وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی محترم ڈاکٹر محمد قیصر، ڈین آف اسلامک لرننگ کراچی یونیورسٹی محترم ڈاکٹر شکیل اوج اور ناظم دعوت سندھ محترم علامہ رانا نفیس حسین بھی ہمراہ ہیں۔

احیائے اسلام و امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ الشیوخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جلد 28 شمارہ 3 جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ اپریل 2014ء

www.facebook.com/minhajulquran
www.minhaj.info Info@minhaj.info

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد طاہر معین

مجلس مشاورت

صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
شیخ زاہد فیاض، جی ایم ملک، سرفراز احمد خان
حاجی منظور حسین مشہدی، غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام، راضیہ نوید

مجلس ادارت

علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصراللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
معاون طباعت: محمد ارشد
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

حسنِ ترتیب

اداریہ۔ مذہبی عصبیت سے اجتناب کی ضرورت	چیف ایڈیٹر	4
(القرآن)۔ علاماتِ فتن اور موجودہ حالات	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	6
(الفقہ)۔ زمین کو مزارعت، بٹائی یا ٹھیکہ پر دینا	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	15
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	عباس محمود العقاد	23
نجکاری کے نام پر قومی وسائل کی لوٹ مار	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	32
مقصدِ زندگی سے محروم اقوام کا مقدر	خصوصی تحریر	47
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا دورۂ ایران	رپورٹ	50
قائد ڈے۔۔ دنیا بھر میں پُر وقار تقریبات کا انعقاد	رپورٹ	53
جملہ ممبران، ڈونرز و وابستگانِ منہاج القرآن کیلئے اہم ہدایات		56

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیلِ زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

میرے پیارے اللہ میرا آج کا دن بھی تیرے نام
میرے سانس کا آنا جانا آج کا دن بھی تیرے نام

پانی کا گھر یہ دو آنکھیں تجھ کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں
جل تھل آنکھیں درد کا دریا آج کا دن بھی تیرے نام

تیری رضا کی خاطر کب سے مارا مارا پھرتا ہوں
تیری رضا کی خاطر میرا آج کا دن بھی تیرے نام

تیری یاد میں بھیگے رہنا رکھتا ہے سرشار مجھے
میری اداسی کا ہر لمحہ آج کا دن بھی تیرے نام

پیارے اللہ میں تو ہر دم تجھ سے راضی رہتا ہوں
غم ہے مجھے تو تیری رضا کا آج کا دن بھی تیرے نام

یہ تو بتا تو شرمندوں سے کیسے راضی ہوتا ہے؟
دل کی دھڑکن سوچ کا دریا آج کا دن بھی تیرے نام

جب تک تیری یاد آئے گی جپتا رہوں گا نام ترا
ہر دن یہ بھی کہتا رہوں گا آج کا دن بھی تیرے نام

(شیخ عبدالعزیز دباغ)

نعت بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مِلاؤں کیا میں کسی سے نظر مدینے میں
جھکا ہے بارِ ندامت سے سر مدینے میں
میں صبح و شام زیارت کو جاؤں روضے کی
الٰہی! کاش ہو میرا بھی گھر مدینے میں
سوائے ''لا'' کے سبھی کچھ جہاں سے ملتا ہے
کھلا ہوا ہے کرم کا وہ دَر مدینے میں
میں دیکھتا تھا مناظر حریمِ طیبہ کے
تھی ساتھ ساتھ مری چشمِ تر مدینے میں
جمالِ نورِ مجسم کو دیکھنے کے لئے
اُتر کے آگئے شمس و قمر مدینے میں
بہشت آپ ہے مشتاق جن کے جلوؤں کی
چھپے ہوئے ہیں وہ لعل و گہر مدینے میں
چمک اٹھے سبھی دیوار و در بقول اُنس
جب آئے خیر سے خیرالبشر مدینے میں
جو جارہی ہے گلستانِ خُلد کو سیدھی
ہے اس کمال کی اِک رہ گزر مدینے میں
بفیضِ کیفِ مسلسل کبھی یہ لگتا ہے
تمام عمر ہوئی ہے بَسر مدینے میں
دعائیں ہم نے جو شہزاد رب سے مانگی تھیں
وہ ہوگئی ہیں سبھی باروَر مدینے میں

(شہزاد مجددی)

مذہبی عصبیت سے اجتناب کی ضرورت

انسان کی سرشت میں بہت سے مثبت اور منفی جذبات و احساسات موجود ہیں۔ یہی جذبات و احساسات اس کی انفرادیت بھی ہیں اور انہی میں سے بعض کے ہاتھوں اس کی ہلاکت بھی ہوتی ہے۔ انسان چونکہ محبت کے خمیر سے پیدا کیا گیا اس لئے اس میں محبت اور چاہت کا جذبہ تمام شخصی اور طبعی جذبوں پر حاوی ہوتا ہے۔ محبت کے غلبے کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنی تمام چاہتوں کو اپنے خالق و مالک کے لئے مختص کردے۔ چونکہ یہ بندگی اورعبادت کا سب سے اونچا درجہ ہے اس لئے عام طور پر اس معراج انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم وجلیل شخصیات ہی پہنچتی رہی ہیں۔

جذبۂ محبت کی طرح انسانی شخصیت کے اندر نفرت اور تعصب کا جذبہ بھی بہت گہرا ہوتا ہے۔ یہ دراصل انسانی کمزوریوں کے شخصی عیوب و نقائص کے اظہار کی علامت ہوتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ محبت انسان کے اندر رحمانی صفات پیدا کرتی ہے اور نفرت و عداوت انسان کو شیطانی دائروں میں مقید رکھ کر معاشرے میں بدامنی اور بے چینی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ ماہرین نفسیات نے اگرچہ ''عصبیت'' کو بھی ایک بڑی قوت قرار دیا ہے کیونکہ انسان عام حالت میں بعض کام نہیں کرسکتا لیکن غیرت اور عصبیت کے زیر اثر اس کی رفتار کار تیز ہوجاتی ہے۔ لیکن اسلام نے منفی عصبیت کی کسی بھی شکل کو نہیں سراہا۔ چونکہ اس سے انسان کے اندر دوسروں کے خلاف حسد، بغض اور عداوت جنم لیتی ہے اس لئے اسے روحانی بیماری قرار دیتے ہوئے اس سے نجات پانے کی تلقین کی ہے۔ تاریخ انسانی کا سب سے پہلا قتل بھی اسی عصبیت اور عداوت کی وجہ سے ہوا تھا۔ جب سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل دونوں نے قربانی کی۔ ہابیل کی قربانی کو شرف قبولیت مل گیا اور قابیل کی قربانی رد ہوگئی تو اس نے ہابیل کو قتل کردیا۔ شیطان نے وہیں سے انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کے قتل کا سلسلہ شروع کردیا اور اس قتل کا سبب بھی عصبیت اور حسد ہی تھا۔

یہ عصبیت تاریخ میں مختلف رنگ بدلتی رہی ہے۔ اسی نے اقوام کو ترقی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مدد فراہم کی اور اسی کے ہاتھوں قتل و غارت گری کے جنگی معرکے برپا ہوئے۔ انسانی رویوں میں شدت اور انتہا پسندی کے محرکات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لسانی، جغرافیائی اور سیاسی عصبیت کے مقابلے میں اعتقادی اور مذہبی تعصّبات کے رویے سب سے زیادہ شدید ہوتے ہیں۔ اس شدت کی ویسے تو بے شمار وجوہات ہیں مگر سب سے زیادہ خطرناک سبب جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔ چونکہ جہالت انسان کو اندھا بنائے رکھتی ہے اس لئے وہ کسی مکالمے اور مباحثے پر یقین نہیں رکھتا اور اگر بدقسمتی سے مذہبی عصبیت کے ساتھ اسلحہ بھی جمع ہوجائے تو انسانی خون سب سے ارزاں ہوجاتا ہے۔ تاریخ ایسے خونی واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس عمومی جائزے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارے ہاں جو صورت حال پیدا ہوچکی ہے وہ اسی مذہبی عصبیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس عصبیت کو ہتھیار جہاں ہمارے دشمن فراہم کررہے ہیں وہاں ان کو فکری قوت ہمارے بعض دینی مدارس اور مذہبی رہنما مہیا کررہے ہیں۔ وہ بظاہر تو دہشت گردی کی بھرپور مذمت بھی کرتے نظر آتے ہیں مگر ساتھ ہی انتہاء پسندوں کی صفائیاں بھی دیتے ہیں اور ان کے عمل کو حکومت کی ''زیادتیوں'' کا ردعمل گردانتے ہوئے انہیں بے قصور ثابت کرتے ہیں۔ اس کھلے تضاد کی حقیقت اب عوام وخواص پر کھل چکی ہے۔ اب وہ وقت چلے گئے جب گردنیں اڑا کر حکومتیں کی جاتی تھیں۔ میڈیا، انتظامیہ، عدلیہ اور سب سے بڑھ کر باشعور عوام اب کسی گروہ کی تخریبی کاروائیوں سے ڈر کر پورے ملک کے نظام کو چوپٹ نہیں ہونے دیں گے۔ ہم کسی گروہ کی نہ حمایت کرتے ہیں اور نہ مخالفت برائے مخالفت۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ دین کا نام لینے والوں کو دین کی واضح تعلیمات کا احترام بہر صورت کرنا چاہئے۔ قرآن و سنت کے اصولوں سے راہنمائی لینے والے قرآن و

سنت کے احکامات سے بغاوت کس دلیل پر کرتے ہیں۔ بے قصور، بے گناہ اور معصوم بچوں، عورتوں اور عوام الناس کو خودکش بم حملوں کے ذریعے لقمہ اجل بنا کر ان واقعات کی ذمہ داری قبول کرنے والے ملک و ملت کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ رہ گئے ان کے ساتھ امن مذاکرات۔۔۔ مذاکرات ضرور کریں دلائل دیں، منطق لڑائیں مگر یہ سب ان لوگوں کے لئے کارگر ہوگا جو اس طرح کی زبان سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔ دلیل کی زبان تعصب سے پاک اہل فکر و تدبر اور صاحب علم و شعور سمجھتے ہیں۔ مکالمہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک دونوں فریق ملک و ملت اور امت مسلمہ کے اجتماعی مفاد کو اپنے انفرادی اور گروہی مفادات پر ترجیح نہ دیں۔ طالبان کا یہ مسئلہ ہے کہ وہ پہلے دن سے اپنے خاص نظریات کو اکثریت پر مسلط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ خوارج کی طرح ان کے مطالبات بھی غیر لچکدار ہیں اور ان کے اعتقادات میں بھی توازن اور اعتدال کا عنصر نہیں۔ اگر توازن ہوتا اور ان کی نظر قرآن وسنت پر گہری ہوتی تو وہ کبھی بھی قبروں سے مردوں کو نکال کر درختوں پر نہ لٹکاتے۔ اپنے مخالفوں کی مساجد اور عبادت گاہوں پر حملے کر کے بے گناہ نمازیوں کو شہید نہ کرتے۔ وہ کبھی بھی اپنے وطن کی سرحدوں کے محافظوں اور سیکورٹی اہلکاروں کی گردنیں اڑا کر ان کی کھوپڑیوں سے فٹ بال نہ کھیلتے، وہ کبھی بھی معصوم بچوں کو آلہ کار بنا کر خودکش بمباروں کے ذریعے بے گناہ لوگوں کا قتل عام نہ کرتے۔ اگر انہیں حضور ﷺ سے کوئی اعتقادی نسبت اور حبی تعلق ہوتا تو وہ ضرور سوچتے کہ جس نبی ﷺ نے کافر جنگی قیدیوں کے ذریعے مدینہ منورہ کے بچوں کو پڑھانے کا اہتمام کیا اُن کی امت فروغ علم کے ادارے قائم کرتی ہے ان کو بارود اور بموں سے مسمار نہیں کرتی۔

اصل مسئلہ ان طالبان کا نہیں جو جہالت اور تعصب کا شکار ہیں بلکہ اصل مسئلہ ان دینی مدارس اور مذہبی راہنماؤں کا ہے جو ان کی فکری آبیاری کرتے ہیں۔ ان کی وکالت کرتے ہیں اور بہرصورت ان کے اس ایجنڈے کو بروئے کار لانے کے لئے بے تاب رہتے ہیں جس سے انہیں اپنے افکار اور مذہبی عصبیت کے غلبے کی راہ ہموار ہوتی نظر آتی ہے۔ جو لوگ ان ظالم قاتلوں کے سرغنوں کو شہید قرار دیتے ہیں ان کی فکری اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ مغالطے، ابہام اور غلط فہمیاں پھیلا کر کس دین، مذہب اور ملک و ملت کی پاسبانی کر رہے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہماری مخصوص مذہبی قیادتیں اور ان کے زیراثر چلنے والے مدارس عصبیت کے ان مہلک رویوں سے پاک ہوجائیں تو ملک امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ بصورت دیگر جب تک تعصب پھیلانے والی یہ فیکٹریاں (ادارے وشخصیات) موجود ہیں تب تک پرامن بقائے باہمی، خیرسگالی، برداشت، تحمل اور محبت ومودت جیسی اعلیٰ انسانی خوبیاں معاشرے میں برگ و بار نہیں لاسکتیں۔

تھرپارکر میں تھرتھراتی موت۔۔۔ ذمہ دار کون؟

گذشتہ ماہ صحرائے تھل اور صوبہ سندھ کے مضافاتی علاقہ تھرپارکر سے خطرناک اور افسوسناک خبریں میڈیا کے ذریعے سامنے آئیں جس سے اس انسانی المیے سے دنیا آگاہ ہوئی ورنہ ہمارے مقتدر طبقوں کو تو عوامی مسائل کے ساتھ کوئی سروکار ہی نہیں رہا۔ ان علاقوں میں بارشوں کی کمی سے پانی میں جو کمی واقع ہوئی ہے وہ تو ایک قدرتی آفت ہے مگر ان غریب لوگوں کے روزمرہ کے مسائل کو کب کسی اسمبلی میں موضوع بحث بنایا گیا ہے؟ اب اگر میڈیا نے علاقے کی کشیدہ صورت حال سے پردہ اٹھایا ہے تو سب خیراتی ادارے، این جی اوز اور حکومتوں کا رخ اسی علاقے کی طرف ہوگیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ قحط سالی کے اثرات صرف تھرپارکر میں نہیں رکے ہوں گے بلکہ اس سے دیگر علاقوں میں بھی اموات ہو رہی ہوں گی، اس لئے نہ صرف سندھ بلکہ جنوبی پنجاب کے دیہاتوں میں بھی سروے ہونا چاہئے اور جہاں جہاں موت کے سائے منڈلا رہے ہیں وہاں احتیاطی تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں۔ خشک سالی سے فصلیں تباہ ہوتیں اور جانور تلف ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی معیشت برباد ہوجاتی ہے۔ ان کی مناسب مالی امداد کے ساتھ ساتھ انہیں زندگی کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کی منصوبہ بندی ہونی چاہئے تاکہ جو آفت چند مہینوں یا سالوں کے بعد آئے گی اس کا سدِباب ابھی کردیا جائے۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

علاماتِ فتن اور موجودہ حالات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی تربیتی خطاب

مرتب: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد طاہر معین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ.

’’لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں‘‘۔ (الانبیاء:۱)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ. قَالَ: وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى. (أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ بعثت أنا والساعة كهاتين، ٥/٢٣٨٥، الرقم: ٦١٣٩)

’’میں اس وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے ان دو انگلیوں (درمیانی اور شہادت والی انگلی) کو باہم جوڑ دیا‘‘۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں قربِ قیامت کے آثار کے نمودار ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آثارِ قیامت کو حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنوں سے تعبیر فرمایا۔ آج اگر ہم اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں اور انفرادی و اجتماعی حال پر غور و فکر کریں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جن آثار کو فتنوں سے تعبیر فرمایا، ان فتنوں کا دور شروع ہوچکا ہے۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کو آنکھوں کے سامنے رکھئے اور احادیث نبوی ﷺ کے ایک ایک لفظ کو غور سے سنتے جایئے تو معلوم ہوگا کہ کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں جو فرمان مصطفیٰ ﷺ سے مختلف ہو یا جس کی آقا علیہ السلام نے پیشگی خبر نہ دے دی ہو۔

آیئے! کلام مصطفیٰ ﷺ سے براہ راست پورے فتنوں کے تصور کو سنتے ہیں اور آج کے دور میں ان فتنوں کے عملی اظہار کی مختلف شکلوں کو دیکھتے ہیں۔

وارثانِ علمِ حق کی رخصتی اور جہلاء کی امارت

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا.

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، ١/٥٠، الرقم/١٠٠)

’’اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ

☆ خطاب بر موقع شہر اعتکاف 2013ء (31 جولائی 2013ء) ناقل: محمد خلیق عامر

لوگوں کے سینے سے نکال لے، بلکہ علماء کو ایک ایک کر کے اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا راہنما بنالیں گے۔ ان سے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔

یعنی قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ علماء ربانیین، سچے حاملان و وارثان علم یکے بعد دیگرے دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے۔ ان علماء ربانیین کے دنیا سے اٹھ جانے سے علمِ حق بھی اٹھ جائے گا۔

ان علماء ربانیین کے جانے کے بعد یہ فتنہ رونما ہوگا کہ جس شہر، قریے، خطے، علاقے سے عالمِ حق اٹھ جائے گا وہاں لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے جو علم حق سے خالی اور اس کے صحیح وارث و حامل نہیں ہوں گے۔ لوگ ان سے دین کے سوال کرنے لگ جائیں گے اور وہ علم حق کے بغیر فتوے دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہ وہ فتنہ ہے جسے ہم ہر روز کثرت کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ دنیا علمائے ربانیین سے خالی ہوتی جا رہی ہے اور ان کی جگہ علماء سوء لیتے چلے جارہے ہیں جو جھوٹے فتوے دے کر لوگوں کو گمراہ اور ان کے ذہنوں کو پراگندہ کررہے ہیں۔ آج علماء سوء امت کو تفرقہ میں مبتلا کرنے اور اپنی بداعمالیوں اور بے عملیوں کی وجہ سے امت کو راہ حق سے پھسلانے اور دین کو بدنام کرنے کی مذموم کاوشیں کررہے ہیں۔ معاشرے کی نگاہ میں وہ اپنے بے کردار ہونے کے باعث دین کے وقار کو ختم کرتے چلے جارہے ہیں۔

جہلاء کو سردار و رہنما بنانے کے فتنہ کے نتیجہ کے طور پر ہر طرف جہالت ہوگی۔۔۔ علم، شعور، آگہی، دانش، عقل اور بصیرت کم ہو جائے گی۔۔۔ لوگوں کو عقل و دانش کی بات سمجھ بھی نہیں آئے گی چونکہ جہالت بیچنے والے بہت ہوں گے۔۔۔ جھوٹ کا سودا دینے والے بہت ہوں گے۔۔۔ گمراہی پھیلانے والے بہت ہوں گے۔ آج اگر ہم سوسائٹی پر ایک نظر ڈالیں تو گمراہی پھیلانے والے آج الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا، منبر و محراب مسجد، سیاست، معاشرہ، مذہب سمیت ہر ذریعہ کو استعمال کررہے ہیں۔ الغرض گمراہی، جہالت اور بے شعوری پھیلانے والوں کی کثرت ہو جائے گی۔۔۔ حق اور صحیح شعور کی بات کرنے والے کم ہوں گے اور ان کی بات جہلاء کی نسبت زیادہ نہیں سنی جائے گی۔

جہالت و دہشت گردی کا دور دورہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ، وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ.

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، ٦/٢٥٩٠، الرقم/٦٦٥٣-٦٦٥٤)

’’قیامت سے کچھ عرصہ پہلے کا زمانہ ایسا ہوگا کہ اُس میں (چہارسو) جہالت اُترے گی، علم اُٹھا لیا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا اور ہرج قتل (و غارت) کو کہتے ہیں‘‘۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لوگوں میں اچھے برے کی تمیز تک نہیں رہی۔ ڈاکو و چور اور امانتدار و محافظ کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ جو لوگ عوام کو لُوٹتے ہیں، ان کا مال حرام کے طور پر کھاتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، قوم کا خزانہ ڈاکوؤں کی طرح لُوٹتے ہیں اور بار بار لوٹتے ہیں، جہالت و بے شعوری اتنی چھا گئی ہے کہ عوام پانچ سال ان کو گالیاں بھی دیتے ہیں اور پھر ووٹ بھی انہی کو دیتے ہیں۔ قربِ قیامت ظاہر ہونے والا یہ فتنہ اس قدر شدید ہوگا کہ شعور اتنا کم ہو جائے گا کہ اپنے لٹنے کا احساس بھی نہ ہوگا۔

جہالت کی کثرت اور بے شعوری کے غلبہ کے فتنہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ قربِ

قیامت قتل و غارت گری اور دہشتگردی بڑھ جائے گی یہ قتل و غارت گری اور خون خرابہ کس حد تک ہوگا، اس کی بھی حضور ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُولُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ: كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: اَلْهَرْجُ، اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ.

(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة...، ٤/٢٢٣١، الرقم/٢٩٠٨)

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے، جس میں نہ قاتل کو یہ علم ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ خبر ہوگی کہ وہ کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا: (یارسول اللہ!) یہ کیسے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بکثرت کشت وخون ہوگا، قاتل اور مقتول دونوں (اپنی بدنیتی اور ارادے کی وجہ سے) دوزخ میں ہوں گے‘‘۔

نہ قاتل کو معلوم ہوگا کہ میں اس کو قتل کیوں کر رہا ہوں، نہ مرنے والے کو پتہ ہوگا کہ مجھے قتل کیوں کیا گیا۔ نہ اس کے ورثاء کو پتہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجرتی قاتل ہوں گے، پیسے دے کر قاتلوں کے ٹولے خریدے جائیں گے جو اجرت لے کر لوگوں کو قتل کریں گے۔ الغرض ملک، معاشرے اور عوام میں بدامنی پھیلانے کے لیے قتل عام ہوگا۔ آج یہ سارا سلسلہ ہمارے سامنے ہے اور آقا ﷺ کے فرامین کے مطابق آج یہ فتنے اور قتل و غارت گری ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہے۔

بے عمل معاشرہ

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز (یعنی قیامت) کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَائَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَائَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ أَوَ لَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيْهِمَا.

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ٤/ ١٦٠، الرقم/١٧٥٠٨)

’’یہ اُس وقت ہوگا جب علم جاتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علم کیسے جاتا رہے گا جبکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے زیاد! تیری ماں تجھے گم پائے، میں تو تجھے مدینہ کے فقیہ تر لوگوں میں سے سمجھتا تھا، کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل نہیں پڑھتے، لیکن اُن کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے (اسی بدعملی اور زبانی جمع خرچ کے نتیجہ میں یہ اُمت بھی وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی، بس قیل و قال باقی رہ جائے گا)‘‘۔

یعنی یہود و نصاریٰ بھی تو نسل در نسل اپنی کتب پڑھتے آئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ گمراہ ہو گئے۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ تورات و زبور کو رسماً پڑھتے ہیں جو پیغام تورات و انجیل نے دیا تھا اس پر عمل نہیں کرتے۔ جب امت قرآن کو فقط پڑھے اور سنے گی۔۔۔ قرآن کو فقط چومے گی۔۔۔ قرآن کو فقط بیٹیوں کے جہیز میں دے گی۔۔۔ قرآن کو فقط غلاف میں ڈال کر برکت کے لیے رکھے گی۔۔۔ قرآن پر صرف قسمیں کھائے گی اور ان کا کوئی حقیقی تعلق قرآن سے نہیں رہ جائے گا، وہ قرآن کے پیغام کو نہیں سمجھیں گے۔۔۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے۔۔۔ قرآن ان کی زندگی میں نہیں اترے گا تو پھر قرآن کا امت میں موجود ہونے سے اور رسماً اس کی تعلیم سے انہیں کوئی عملی نفع نہیں پہنچے گا۔ قرآن کا حقیقی علم ان سے اٹھ جائے گا چونکہ ان کا تعلق قرآن کے علم سے

عملاً کٹ چکا ہوگا۔ وہ امت اس وحی کی برکات سے محروم ہوچکی ہوگی۔۔۔قرآن ان کے لیے صرف قیل وقال کے لیے رہ جائے گا۔۔۔صرف تقریروں کے لیے رہ جائے گا۔۔۔صرف مناظروں کے لیے رہ جائے گا۔۔۔فتویٰ بازوں کے لیے رہ جائے گا۔۔۔ قرآن کی روح لوگوں کے دلوں، سینوں اور زندگیوں سے نکل جائے گی۔ افسوس آج ہم اس مقام تک پہنچ گئے۔

معاشرتی زوال کی انتہاء

حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا اتُّخِذَ الْفَيءُ دُوَلًا وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَى صَدِيْقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذَالِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ.

(أخرجه الترمذي في السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف، ٤/٤٩٥، الرقم/٢٢١١، ٢٢١٠)

’’جب محصولات کو ذاتی دولت، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے گا، غیر دینی کاموں کے لیے علم حاصل کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی، اپنے دوست کو قریب کرے گا اور باپ کو دور، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی، قبیلے کا بدکار شخص اُن کا سردار بن بیٹھے گا اور ذلیل آدمی قوم کا لیڈر (یعنی حکمران) بن جائے گا اور آدمی کی عزت محض اُس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی، گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے گا، (کھلے عام اور کثرت سے) شرابیں پی جانے لگیں گی اور بعد والے لوگ، پہلے لوگوں کو لعن طعن سے یاد کریں گے، اُس وقت سرخ آندھی، زلزلے، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے، آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے لگاتار عذابوں کا انتظار کرو۔ یہ نشانیاں یکے بعد دیگرے یوں ظاہر ہوں گی جس طرح کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے گرتے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے‘‘۔

میرے آقا ﷺ کے ایک ایک کلمہ کا بغور جائزہ لیں اور دلوں میں جھانک کر اپنے اور اس معاشرے کے احوال کا تجزیہ کرتے جائیں۔ پندرہ سو سال پہلے میرے آقا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عزت کی قسم یوں لگتا ہے کہ آج کا زمانہ، مصطفی علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ ہمارے احوال کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارے اعمال کو دیکھ رہے تھے، ہماری قلبی کیفیات کو دیکھ رہے تھے، ہماری خیانتوں، بددیانتی کو دیکھ رہے تھے۔ ہماری لوٹ مار، کرپشن کو دیکھ رہے تھے۔

قومی امانت میں خیانت

ارشاد فرمایا: **إِذَا اتُّخِذَ الْفَيءُ دُوَلًا وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا.**

آج کے حالات سامنے رکھ کے آقا علیہ السلام کے علم کا اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ نے حکمرانوں اور امراء کے عوام کے ساتھ جس سلوک کی طرف اشارہ فرمایا آج ہمارے معاشرے میں بعینہ وہی کردار ادا کیا جارہا ہے۔ آج وہ امانت جو قوم کی امانت ہے، پاکستان کے اٹھارہ کروڑ غریبوں کی امانت ہے، اسے ہمارے حکمران مال غنیمت سمجھ کے کھارہے ہیں۔ معاشرے کے لوگ زکوٰۃ کو تاوان سمجھ کر دینے سے کترا رہے ہیں۔ اسے جرمانہ سمجھتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ کم زکوٰۃ دینی پڑے۔ جس کی وجہ

سے معاشرتی تفریق میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

حصولِ علم دین سے بے اعتنائی

پھر فرمایا: وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ

علم دین حاصل کرنے سے لوگ کترائیں گے اور دنیوی علم کی طرف رغبت بڑھ جائے گی۔ سمجھیں گے کہ علم دین کے حاصل کرنے کا فائدہ کوئی نہیں۔ سوسائٹی میں دینی علم کی قدروقیمت اور اس کی طرف لوگوں کی رغبت نہیں رہے گی۔ لوگ کہیں گے کہ دینی علوم پڑھا کر کیا کرنا ہے، یہ دینی علوم پڑھ کر ہمارا بچہ زیادہ سے زیادہ مولوی بنے گا، امام وخطیب بنے گا، جس میں نہ کوئی پیسہ، نہ عزت، نہ کوئی طاقت۔ الغرض علم دین کی قدر سوسائٹی میں ختم ہو جائے گی۔ آج یہ فتنہ ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ دین کو لوگ نیچا دیکھتے ہیں، علم دین کو بے قدر دیکھتے ہیں اور دنیوی علم کی رغبت و اہمیت دینی علوم کی نسبت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

والدین کی نافرمانی

پھر ارشاد فرمایا: ایسا وقت آئے گا کہ لوگ بیوی کی اطاعت کریں گے اور ماں باپ کی بات نہیں مانیں گے۔ ایسا وقت آئے گا کہ اولاد اپنے دوستوں سے زیادہ محبت کرے گی اور باپ کو دور رکھے گی۔ راز کی بات دوست، دوست سے تو کرے گا لیکن بیٹا، باپ کو نہیں بتائے گا، گویا باپ سے دور ہوجائے گا اور دوستوں کے قریب ہو گا۔ آج اگر ہم جھانک کر اپنی اولادوں کے احوال پہ غور کریں تو صورت حال کی یہی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ آج اکثر والدین کو اپنی اولاد سے یہی شکوہ ہے۔

بدکرداروں کا معاشرتی غلبہ

پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا:

وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ۔

یعنی وہ دور آئے گا کہ مختلف طبقات اور برادریوں میں سے فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، رسہ گیر، غنڈے، کرپٹ لوگ ان برادریوں اور علاقوں کے لیڈر اور ان کے سربراہ بن جائیں گے۔

وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ۔

اور پھر وہ لوگ جو اپنے کردار میں گھٹیا ہوں گے، جن کے کردار میں دین، امانت، دیانت نہ ہوگی ایسے خائن، جھوٹے، بدکردار، لٹیرے قوم کے حکمران اور لیڈر بن جائیں گے۔ قوم نیک کردار والوں کو اور اچھے متقی لوگوں کو اپنا رہبر نہیں بنائے گی۔

وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ۔

طاقتور لوگوں سے لوگ ان کے کردار کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے شر کے خوف کی وجہ سے ڈریں گے اور ان کی عزت کریں گے کہ کہیں یہ نقصان نہ پہنچادیں۔ اس لئے کہ یہ طاقتور لوگ اپنی طاقت اور عہدہ ومنصب کی وجہ سے لوگوں کو بلاوجہ تھانے میں لے جائیں گے، جیل بھجوا دیں گے، ڈاکہ ڈلوا دیں گے، غنڈہ گردی کروائیں گے۔ لہٰذا لوگ ان کے شر کے خوف سے ان وڈیروں کی عزت کریں گے۔

اللہ کو حاضر و ناظر جان کر ذرا غور کریں اور سوچیں کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک ایک لفظ اپنی آنکھوں کے ساتھ ہم اس معاشرے میں سچا ہوتا نہیں دیکھ رہے۔۔۔؟ سب کچھ اسی طرح ہی نہیں ہو رہا۔۔؟ پندرہ صدیاں پہلے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا تھا مگر افسوس کہ ہم نے ان سے بچنے کی انفرادی و اجتماعی سطح پر کوئی تدبیر نہ کی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہے۔۔۔؟ یاد رکھیں جب قوم کے لیڈر ایسے ہوں گے تو پھر نیچے تک پوری قوم اخلاقی طور پر برباد ہو جائے گی۔ ان برائیوں کو جب روکنے والا کوئی نہیں ہو گا، جن کے پاس طاقت ہے وہ ان برائیوں کے سدباب کے لئے کوئی قانون سازی نہ کریں گے، عملی اقدامات نہ کریں گے تو یہ

برائیاں اس معاشرے کا نظام بن جائیں گی۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا: جب ایسا زمانہ آ جائے تو انتظار کرو اس وقت کا جب متعدد طرح کے آسمانی عذاب لگاتار اس قوم پر اتریں گے جس طرح کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو گرتے ہوئے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے، اس طرح اللہ کے عذاب اس سوسائٹی پر یکے بعد دیگرے اترنے لگ جائیں گے۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُجْعَلَ كِتَابُ اللهِ عَارًا وَيَكُوْنَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا حَتّٰى يُنْقَصَ الْعِلْمُ وَيُهْرَمَ الزَّمَانُ وَيُنْقَصَ عُمَرَ الْبَشَرِ وَيُنْقَصَ السِّنُوْنُ وَالثَّمَرَاتُ وَيُؤْتَمِنَ التُّهَمَاءُ وَيُتَّهَمُ الْأَمْنَاءُ وَيُصَدَّقُ الْكَاذِبُ وَيُكَذِّبَ الصَّادِقُ وَيَكْثُرُ الْهَرَجُ، قَالُوْا: مَا الْهَرَجُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ، اَلْقَتْلُ وَحَتّٰى تُبْنَى الْغُرَفُ فَتَطَاوَلُ وَحَتّٰى تَحْزَنَ ذَوَاتُ الْأَوْلَادِ وَتَفْرَحَ الْعَوَاقِرُ وَيَظْهَرَ الْبَغْيُ وَالْحَسَدُ وَالشُّحُ وَيُغِيْضَ الْعِلْمُ غَيْضًا وَيُفِيْضَ الْجَهْلُ فَيْضًا وَيَكُوْنَ الْوَلَدُ غَيْضًا وَالشِّتَاءُ قَيْضًا وَحَتّٰى يُجْهَرَ بِالْفَحْشَاءِ وَتَزُوْلُ الْأَرْضُ زَوَالًا.

(أخرجه ابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، ٢١/ ٢٧٤۔)

’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ اللہ کی کتاب (پر عمل کرنے) کو عار ٹھہرایا جائے گا اور اسلام اجنبی ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور زمانہ بوڑھا ہو جائے گا، انسان کی عمر کم ہو جائے گی، ماہ و سال اور غلہ و ثمرات میں (بے برکتی اور) کمی رونما ہو گی، ناقابل اعتماد لوگوں کو امین اور امانت دار لوگوں کو ناقابل اعتماد سمجھا جائے گا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دیا جائے گا، ہرج عام ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قتل، قتل۔ اور یہاں تک کہ اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی اور ان پر فخر کیا جائے گا، یہاں تک کہ صاحب اولاد عورتیں غمزدہ ہوں گی اور بے اولاد خوش ہوں گی، ظلم، حسد اور لالچ کا دور دورہ ہو گا، علم کے سوتے خشک ہوتے جائیں گے اور جہالت کا سیلاب اُمنڈ آئے گا، اولاد غم و غصہ کا موجب ہو گی اور موسم سرما میں گرمی ہو گی۔ یہاں تک کہ بدکاری اعلانیہ ہونے لگے گی۔ ان حالات میں زمین کی طنابیں کھینچ دی جائیں گی‘‘۔

آقا ﷺ کا فرمایا ہوا ہر ایک لفظ سچا ثابت ہو رہا ہے۔ یہ فتنے آج ہمارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن کا ذکر کرنا، اس کے علم، دعوت اور تبلیغ کو لوگ باعث عار سمجھتے ہیں۔۔۔ مسلمان ملکوں میں اسلام اجنبی نظر آ رہا ہے۔۔۔ ثمرات، غلہ اور کاروبار میں بے برکتی موجود ہے۔۔۔ جو آرٹیکل ۶۲، ۶۳ پر پورے نہیں اترتے، ایسے بدنام، خائن اور کرپٹ لوگوں کو قومی امانت سونپی جاتی ہے۔ جنہیں ہمارا آئین خائن، بددیانت، چور، لٹیرا کہتا ہے ملکی اقتدار، شرافت اور حکومت کی امانت ان کو ہی دی جاتی ہے۔ اور جو لوگ امانتدار، نیک و متقی، صداقت و امانت کے حامل ہیں، ان پر تہمت لگائی جاتی ہے، الزام لگائے جاتے ہیں۔ جو جھوٹے ہیں انہیں سچا قرار دیا جاتا ہے۔ آج ہمارا میڈیا یہی سب کچھ کر رہا ہے۔ یہ سب پیسے کا کھیل ہے، جھوٹوں کو سچا بنا کر کروڑوں لوگوں کے سامنے دکھایا جا رہا ہے اور جو سچے ہیں انہیں جھوٹا بنا کر دکھایا جا رہا ہے۔

الغرض آقا علیہ السلام کے فرامین کے مطابق معاشرے میں نافرمانی، سرکشی، حسد، بخل یہ سب کچھ عام ہو چکا ہے، علم کے چشمے سوکھتے جا رہے ہیں اور جہالت کا سیلاب پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

دین پر ذاتی رائے کو ترجیح

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ عَامٌ إِلَّا وَهُوَ شَرٌّ مِنَ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ، أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَعْنِي عَاماً أَخْصَبَ مِنْ عَامٍ وَلَا أَمِيرًا خَيْرًا مِنْ أَمِيرٍ، وَلٰكِنْ عُلَمَاؤُكُمْ وَخِيَارُكُمْ وَفُقَهَاؤُكُمْ يَذْهَبُوْنَ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنَ مِنْهُمْ خَلَفًا وَيَجِيءُ قَوْمٌ يَقِيْسُوْنَ الْأُمُوْرَ بِرَأْيِهِمْ.

(أخرجه الدارمي في السنن، المقدمة، باب تغير الزمان وما يحدث فيه، ۱/ ۷۶، الرقم/۱۸۸۔)

’’تم پر ہر آئندہ سال پہلے سے برا آئے گا میری مراد یہ نہیں کہ پہلا سال دوسرے سال سے غلہ کی فراوانی میں اچھا ہوگا یا ایک امیر دوسرے امیر سے بہتر ہو گا، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ تمہارے علماء، صالحین اور فقیہ ایک ایک کر کے اُٹھتے جائیں گے اور تم اُن کا بدل نہیں پاؤ گے اور (قحط الرجال کے اس زمانہ میں) بعض ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دینی مسائل کو محض اپنی ذاتی قیاس آرائی سے حل کریں گے‘‘۔

جب قرآن و حدیث کے کامل علماء، فقہاء، ربانیین، عرفاء نہیں رہیں گے تو پھر ایسے لوگ معاشرے میں چھا جائیں گے جو قرآن وسنت کی بات نہیں کریں گے بلکہ اپنی عقل، دانش اور ذاتی رائے سے لوگوں کو دین کی تشریح کر کے بتائیں گے اور لوگ ان کی باتوں پر چلیں گے۔ دین ہٹا دیا جائے گا اور دین کی تشریح و تعبیر ذاتی رائے سے ہوگی۔

آج ہمارے معاشرے میں ایسا ہو رہا ہے کہ ہر شخص کہتا ہے میری رائے میں یہ ہے۔۔۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔۔۔ میرے خیال میں یہ ہے۔۔۔ ارے نادان! دین میں تیری رائے کی حیثیت کیا ہے۔۔۔؟ ارے بدبخت! دین میں تیرے خیال اور قیاس آرائی کی حیثیت کیا ہے۔۔۔؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: جب لوگ دین کا فیصلہ اپنی ذاتی رائے اور قیاس سے کرنے لگیں اور قرآن و حدیث وسنت کو ترک کر دیں تو سمجھو گمراہی چھا گئی ہے اور معاشرے سے حق رخصت ہوگیا ہے۔

مذموم مفادات کا باہمی تحفظ

حضرت معاذ بن جبل ﷜ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ إِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ. (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۵/ ۲۳۵، الرقم/۲۲۱۰۸)

’’آخری زمانہ میں ایسے طبقات اور گروہ ہوں گے جو ظاہری طور پر (ایک دوسرے کے لیے) خیر سگالی کا مظاہرہ کریں گے اور اندر سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ایسا کیونکر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے (شدید نفرت رکھنے کے باوجود صرف) خوف اور لالچ کی وجہ سے (بظاہر دوستی و خیر خواہی کا مظاہرہ کریں گے)‘‘۔

اس حدیث میں بیان کردہ مظاہر بھی آج ہم معاشرے میں موجود سیاسی جماعتوں اور گروہوں کے درمیان دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے دشمن اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ سیاسی مفادات، اقتدار، لالچ، پیسہ، لوٹ مار اور دنیا کے ظاہری مفادات نے دلوں کے دشمنوں کو اوپر سے دوست بنادیا ہے۔ یہ لوگ اندر سے ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں مگر اوپر سے چونکہ لوٹ مار ان کا مشترکہ ایجنڈا ہے اس لیے آپس میں بظاہر جڑے بھی ہوئے ہیں۔

آج کا سارا سیاسی نظام تاجدار کائنات ﷺ کی اس حدیث پاک کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ لوگوں کے منشور آپس میں نہیں ملتے، خیالات آپس میں نہیں ملتے، رائے نہیں ملتی، فکر نہیں ملتی، ایک دوسرے سے نفرت ہے، دشمن ہیں، گالیاں دیتے ہیں، مگر اسمبلی میں ایک ہوتے

ہیں۔ کرپشن، حکومت و اقتدار اور مفادات پر ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ نیز یہ بھی کہ دنیا کا مفاد یا ایک دوسرے کا خوف و خطرہ انہیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ﷺ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَجْتَمِعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ.

(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/١٦٣، الرقم/٣٠٣٥٥)

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ مساجد میں اکٹھے ہوں گے اور باجماعت نمازیں پڑھیں گے، لیکن ان میں کوئی ایک بھی (صحیح) مؤمن نہیں ہوگا۔

لوگو! دین فقط مسجدوں میں آ کر نماز پڑھ لینے کا نام نہیں ہے۔۔۔ دین ماہ رمضان المبارک میں فقط روزے رکھ لینے کا نام نہیں ہے۔۔۔ دین صرف حج اور عمرے پر چلے جانے کا نام نہیں ہے۔۔۔ اگر دین قلب و باطن میں نہیں اترا، اگر دین فکر اور سوچ میں نہیں اترا، اگر دین سینوں میں آباد نہیں، اگر دین زندگی پر نافذ نہیں ہے اور ہمارے ظاہر و باطن کے احوال دین کے تابع نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ دین ہم سے دور اور ہم دین سے دور۔ افسوس ہم دین کی رسموں پر مطمئن ہوگئے اور دین کی حقیقت سے کلیتًا دور ہو چکے ہیں۔ اگر دین کی حقیقت کو معاشرے میں راسخ کرنے کی بات کی جاتی ہے تو ہمارے ذہن اتنے پراگندہ و فرسودہ ہوگئے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو سیاست ہوگئی۔

اگر فقط رسم نماز اور فقط مساجد میں آ جانے اور جمع ہو جانے کا نام دین ہوتا تو آقا علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ ان نماز پڑھنے والوں میں اور مسجدوں میں جمع ہونے والوں میں کوئی مومن نہیں۔ آقا علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی ایمان کی حقیقت کو جاننے والا نہیں۔ آپ کے ارشاد مبارکہ سے عیاں ہے کہ دین فقط رسم کا نام نہیں اور رسماً نماز پڑھ لینے کا نام نہیں، فقط جمعہ اور عید کے دن مساجدوں کو بھر دینے کا نام نہیں۔ کیوں فرمایا کہ ان میں مومن ایک بھی نہیں ہوگا، وجہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے مگر ان کے دلوں میں منافقت، بداعتقادی، دنیا پرستی، کردار میں دھوکہ دہی ہو گی۔۔۔ وہ کرپٹ، ظالم، امانت میں خیانت کرنے والے اور قوم سے جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔۔۔ گویا ان کے اندر سے حقیقی دین نکل گیا ہوگا۔ دین جس کردار کا تقاضا کرتا ہے، وہ اس کردار سے خالی ہوں گے۔۔۔ دین جس امانت و صداقت کا تقاضا کرتا ہے ان کی زندگیاں اس امانت و صداقت سے محروم ہوں گی۔۔۔ دین قوم اور لوگوں کے ساتھ جس عدل و انصاف کا تقاضا کرتا ہے ان کی زندگیوں میں ایسا عدل و انصاف نہیں رہے گا۔۔۔ دین جس وعدہ کو پورا کرنے کا تقاضا کرتا ہے وہ ایفائے عہد ان میں موجود نہ ہوگا۔۔۔ لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کے مال لوٹ کر امیر کبیر ہوتے چلے جائیں گے۔ جب ان کے اندر اس طرح خونخوار بھیڑیئے کا عمل کارفرما ہوگا تو خواہ وہ مسجدوں کو بھر دیں مگر ایک شخص بھی ایمان والا نہیں ہوگا۔

اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصافِ حجازی نہ رہے

یہ دور اتنی جہالت و لاعلمی اور اتنی بے شعوری کا دور ہے کہ اکثر لوگوں کے اندر دین کا صحیح فہم اور صحیح معرفت نہیں رہی۔ میں عرصہ دراز سے اس قوم کو دین کی رسم کی بجائے دین کی حقیقت کا شعور دینے پر لگا ہوں اور یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ اس حقیقی دین کو اپنی زندگیوں میں زندہ کرو۔۔۔ اس حقیقی ایمان کو اپنے شعور، علم، فکر، عمل اور سیرت و کردار میں جاگزیں کرو۔۔۔ چلتا پھرتا دین تمہاری زندگیوں میں نظر آئے۔۔۔ تب تاجدار

کائنات ﷺ کی نگاہ میں مومن بنو گے۔ حیف! ہمارا معاشرہ منافقت کی آماجگاہ ہے۔۔۔ کفر سے بدتر ہو چکا ہے۔۔۔ کافروں سے بدتر مسلمانوں کا حال ہو چکا ہے۔۔۔ جھوٹ، مکر، فریب، ظلم و بددیانتی، خیانت، رشتہ داروں سے زیادتی، پڑوسیوں سے زیادتی، غریبوں کے حقوق پہ ڈاکہ ڈالنا الغرض ہم ہر لحاظ سے بدتر ہو چکے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔۔۔ مسلمانوں کے لیڈر ہیں۔۔۔ مسلمانوں کے نمائندے ہیں۔۔۔ میرے آقا ﷺ نے فرمایا: اگر کردار میں دین نہ ہو تو بھلے تم مسجدوں کو نماز کے سجدوں سے بھر دو پھر بھی تم میں ایک شخص بھی مومن نہیں ہوگا۔ ایمان دعووں سے نہیں آتا بلکہ ایمان حقیقی کردار سے آتا ہے۔

تعزیت

گذشتہ ماہ محترم سعید اقبال بلوچ (صدر MWF سیالکوٹ) کی دادی، محترم عبدالغفار (سیالکوٹ) کی والدہ، محترم ملک محمد یٰسین (سیالکوٹ) کے والد، محترم حافظ سعید (ناظم دعوت کنجاہ گجرات) کی والدہ، محترم چوہدری تنویر اصغر (دنیا پور۔ لودھراں) کے والد محترم چوہدری اصغر، محترم حاجی عابد حنیف (دنیا پور۔ لودھراں) کے تایا چوہدری بشیر احمد طور، محترم تنویر احمد (ضلعی ناظم کوہاٹ) کے چچا محترم ذوالفقار احمد، محترم شمس الرحمٰن (ناظم تحریک کوہاٹ) کے والد، محترم حافظ محمد عمیر منہاجین (کوہاٹ) کے والد، محترم طیب رضا (منہاج ٹی وی) کے خالو (کراچی)، محترم راؤ صغیر احمد (صدر TMQ تحصیل جتوئی) کی صاحبزادی، محترم راؤ محمد علی (صدر MYL جتوئی) کا بیٹا، محترم عابد حسین زرگر (حافظ آباد) کی والدہ، محترم عبدالرضا گوندل (حافظ آباد) کی اہلیہ، محترم ملک محمد سرفراز اعوان (سابق ناظم ویلفیئر حافظ آباد)، محترم ڈاکٹر محمد کاشف القادری (صدر TMQ نواب شاہ) کی دادی، محترمہ رخشندہ باجی (ناظمہ MWL نواب شاہ) کی والدہ، محترم علامہ محمد حسن قادری (صدر TMQ علماء کونسل حویلی لکھا)، محترم شہزاد خان مصطفوی (مرکزی سیکرٹری ٹریننگ MYL) کی ہمشیرہ، محترم آصف جاوید بھٹی (شیخوپورہ) کے والد، محترم محمد مدثر (شالیمار ٹاؤن لاہور) کی والدہ، محترم شیخ سفیان (لیاری کراچی) کے والد، محترم ضیاء الحسن چوہدری (مندرہ گوجر خان) کی والدہ اور چچا قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ خیبر پختونخواہ سے تحریک منہاج القرآن کے دیرینہ رفیق محترم مفتی سہیل بشیر کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں۔

☆ گذشتہ ماہ محترم ناصر حسین انجم (انچارج ٹیلی فون ایکسچینج مرکزی سیکرٹریٹ) کے والد محترم انتقال فرما گئے۔

☆ محترم غلام مصطفٰی (نظامت ممبر شپ) کے بہنوئی انتقال فرما گئے۔

☆ محترم محمد اطہر فریدی (ریسرچ سکالر منہاج پروڈکشن) کے بڑے بھائی محمد اجمل ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

☆ گذشتہ ماہ سابقہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ دختران اسلام محترمہ ثمینہ مقبول انتقال فرما گئیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، محترم صدر سپریم کونسل اور محترم صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل مرکزی قائدین اور سٹاف ممبران نے جملہ مرحومین کے انتقال پر افسوس اور لواحقین سے ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی (مرکزی امیر تحریک) نے جمعۃ المبارک کے اجتماع میں مرحومین کے لیے خصوصی دُعائے مغفرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

جاگیرداریت کی حرمت اور زمین کو مزارعت، بٹائی یا ٹھیکہ پر دینا

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَo (حم السجده، ٤١ : ١٠)

’’اور اس کے اندر (معدنیات، آبی ذخائر، قدرتی وسائل اور دیگر قوتوں کی) برکت رکھی، اور اس میں (جملہ مخلوق کے لیے) غذائیں (اور سامانِ معیشت) مقرر فرمائے (یہ سب کچھ اس نے) چار دنوں (یعنی چار ارتقائی زمانوں) میں مکمل کیا، (یہ سارا رِزق اصلاً) تمام طلب گاروں (اور حاجت مندوں) کے لیے برابر ہے‘‘۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

خلق الارض وما فيها لمن سأل ولمن يسأل، اللہ نے زمین اوراس میں پیدا ہونے والی ہر چیز جو مانگیں اور جو نہ مانگیں سب کے لئے یکساں پیدا کی‘‘۔

(قرطبي، الجامع لأحكام القران، ١٥: ٢٢٤، طبع مصر)

گویا زمین اور باقی کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی دی ہوئی نعمتیں اور پاکیزہ رزق سب کے لئے ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ وہ ان پر قابض ہو کر اپنے اور اپنوں کیلئے مخصوص کر لے اور باقی مخلوق خدا کو ان سے محروم کر دے۔ ہوا، روشنی، توانائی کے دیگر ذرائع اور زمین سے پیدا ہونے والا رزق سب کے لئے ہے۔ ہر ایسا نظام ظالمانہ و کافرانہ ہے جس سے اللہ کی نعمتیں بعض افراد وطبقات کے قبضہ میں رہیں۔ ہر شخص کا حق ہے کہ زمین سے پیداوار میں سے بلامعاوضہ اپنا رزق پائے۔

لہذا اب یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص تو ہزاروں ایکڑ پر قبضہ جما لے اور دوسرے ڈیڑھ مرلے کے مکان سے بھی محروم ہوں۔ معاشرے کے جاگیردار طبقہ اور حکمرانوں نے بے حد وحساب زمین پر قبضے جما رکھے ہیں اور شہروں میں ڈیڑھ ڈیڑھ مرلے، دو دو مرلے یا ڈھائی ڈھائی مرلے کے مکان (جن کو ڈربے کہنا زیادہ مناسب ہو گا) لاکھوں روپوں میں قسطوں میں مرحلہ وار، قرعہ اندازی سے دے رہے ہیں۔ تنگ و تاریک گلیاں جہاں پیدل چلنا بھی باہمت لوگوں کا کام ہے۔

اُف یہ تفاوت۔۔۔ قارون، فرعون، شداد اور نمرود نے تو خواب میں بھی یہ سینکڑوں ایکڑ پر پھیلے محلات نہیں دیکھے ہو نگے۔ جہاں کھیل کے میدان، باغات، سوئمنگ پول، جھیلیں، مرغی فارم، مچھلی فارم، لہلہاتے کھیت، سیر گاہیں، شکار گاہیں، بادشاہوں سے بڑھ کر سکیورٹی، شراب خانے، جوا خانے، عیاشی کے لئے عیش گاہیں، نہ جانے والی لائٹ۔۔۔ جبکہ دوسری طرف گندگی کے ڈھیروں میں بے درودیوار راہوں میں کیڑے مکوڑوں کی زندگی بسر کرنے والی مخلوق۔۔۔ ایک طرف قدرت کی ہر نعمت پر سانپ بن کے بیٹھنے والے قارون اور دوسری طرف بھوکے، ننگے، گندے، بیمار، جن کے بچوں کے لئے دودھ نہیں، تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا نہیں، بیمار پڑے تو

علاج نہیں۔ جن کے بچے تعلیم، خوراک، پوشاک اور ہر بنیادی ضرورت سے محروم۔۔۔ نہ ماضی نہ حال نہ مستقبل۔۔۔ قسمت میں وہی غریبوں کی نالہ وفریاد ہے کہ کیا یہ خدا کی مخلوق نہیں، کیا پالنے والا رب العالمین نہیں۔۔۔؟ کیا کہیں اس نے اپنا تعارف رب الامراء و الاغنیاء سے کرایا ہے۔۔۔؟ یہی ظالمانہ رویہ ان لوگوں کے جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے۔

إِلَّآ أَصۡحَٰبَ ٱلۡيَمِينِ فِي جَنَّٰتٖ يَتَسَآءَلُونَ عَنِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ مَا سَلَكَكُمۡ فِي سَقَرَ قَالُواْ لَمۡ نَكُ مِنَ ٱلۡمُصَلِّينَ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ ٱلۡمِسۡكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلۡخَآئِضِينَ. (المدثر، ٧٤: ٣٩ تا ٤٥)

”سوائے دائیں جانب والوں کے (وہ) باغات میں ہوں گے، اور آپس میں پوچھتے ہوں گے مجرموں کے بارے میں (اور کہیں گے:) تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بیہودہ مشاغل والوں کے ساتھ (مل کر) ہم بھی بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھے“۔

دیکھا دوزخیوں نے دوزخ جانے کا سبب کیا بتایا:

(۱) ہم نماز کے تارک تھے۔

(۲) مسکین اور غریب کے کھانے پینے، رہنے سہنے، تعلیم، صحت اور بنیادی ضروریات کو پورا نہ کرتے تھے۔

یعنی ہم گھر، باہر، بازار اور تعلیمی و سیاسی اداروں، جرگہ، اسمبلی، پارلیمنٹ ہاؤس، ایوان عدل، فوجی ہیڈکوارٹرز، سینٹ، بینکوں، کارخانوں اور جاگیروں میں بیہودہ باتیں سوچتے، لوٹ مار کے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے۔ قومی دولت کو بلکہ باہر سے مانگی ہوئی بھیک کی اپنے ذاتی و گروہی مفاد کیلئے بندر بانٹ کرتے تھے۔

کیا اس کا نام ہے ملک سے غربت، جہالت مٹانا اور امن و امان قائم کرنا۔۔۔؟ کیا یہی ہے جمہوریت کی مضبوطی۔۔۔؟ عوام بیچارے کدھر جائیں۔۔۔؟

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

زمین اور اس کی پیداوار کس کی؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَفَرَءَيۡتُم مَّا تَحۡرُثُونَ ○ ءَأَنتُمۡ تَزۡرَعُونَهُۥٓ أَمۡ نَحۡنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ○ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَٰهُ حُطَٰمٗا فَظَلۡتُمۡ تَفَكَّهُونَ ○ إِنَّا لَمُغۡرَمُونَ ○ بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُومُونَ ○ أَفَرَءَيۡتُمُ ٱلۡمَآءَ ٱلَّذِي تَشۡرَبُونَ ○ ءَأَنتُمۡ أَنزَلۡتُمُوهُ مِنَ ٱلۡمُزۡنِ أَمۡ نَحۡنُ ٱلۡمُنزِلُونَ ○ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنَٰهُ أُجَاجٗا فَلَوۡلَا تَشۡكُرُونَ ○ أَفَرَءَيۡتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِي تُورُونَ ○ ءَأَنتُمۡ أَنشَأۡتُمۡ شَجَرَتَهَآ أَمۡ نَحۡنُ ٱلۡمُنشِـُٔونَ ○ نَحۡنُ جَعَلۡنَٰهَا تَذۡكِرَةٗ وَمَتَٰعٗا لِّلۡمُقۡوِينَ ○ (الواقعہ، ٥٦: ٦٣ تا ٧٣)

”بھلا یہ بتاؤ جو (بیج) تم کاشت کرتے ہو تو کیا اُس (سے کھیتی) کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں پھر تم تعجب اور ندامت ہی کرتے رہ جاؤ (اور کہنے لگو): ہم پر تاوان پڑ گیا بلکہ ہم بے نصیب ہوگئے بھلا یہ بتاؤ جو پانی تم پیتے ہو کیا اسے تم نے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ بھلا یہ بتاؤ جو آگ تم سُلگاتے ہو کیا اِس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم (اسے) پیدا فرمانے والے ہیں؟ ہم ہی نے اِس (درخت کی آگ) کو (آتشِ جہنّم کی) یاد دلانے والی (نصیحت و عبرت) اور جنگلوں کے مسافروں کے لیے باعثِ منفعت بنایا ہے“۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ زمین سمیت کائنات اور اسکی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے بالعموم سب مخلوق اور بالخصوص انسانوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ بلکہ انسانوں پر ہی کیا منحصر ہے چرند، پرند، درند، کیڑے مکوڑے، تمام

حیوانات، نباتات اس کے دیئے ہوئے رزق پر چل رہے ہیں۔ ایک بڑی نعمت زمین ہے ۔مخلوق کی زندگی کا کل دارومدار اسی پر ہے ۔ اسی سے روزی ، اسی پر رہائش، اسی سے غلہ، جنگل، دریا، چشمے اسی پر ابھرے ہوئے حسین پہاڑ اور انہیں پرنظر افروز درخت، جڑی بوٹیاں ، پھول اور پھل۔

نیز یہ حقیقت بھی نکھر کر سامنے آگئی کہ زمین، پانی، ہوا اور ان سے پیدا ہونے والا سامان معاش سب کے لئے ہے۔صرف انسان کا ہی نہیں، سب مخلوق کو اس سے پیدا ہونے والی روزی پر برابر حق ہے ۔ ہر ایک کو سکونت کیلئے آرام دہ مکان بنانے کا پورا حق ہے ۔ زراعت، باغبانی، صنعت ،تجارت،خوراک ، پوشاک، علاج،تعلیم ،صحت وغیرہ جیسی ضروریات کے لئے زمین رکھنے کا مکمل حق ہے۔ اس بنیادی حق سے کوئی قانون، کوئی دستور، کوئی رواج اور کوئی فیصلہ پرکاہ کے برابر حیثیت نہیں رکھتا۔ ہر وہ نظام جس کے نتیجہ میں ایک حقیر و ذلیل اقلیت زمین اوراس پر موجودنعمتوں پر قبضہ کر لے اورعوام کی اکثریت بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو، وہ ظلم، استبداد اور درندگی ہے۔ غریب وامیر ، ظالم ومظلوم ، محروم ومقسوم و مرزوق کی تقسیم مٹنی لازم ہے ۔ زرعی زمینوں اورشہری پلاٹوں پر غاصبانہ قبضہ ختم کرا کے ہر انسان میں برابری ضروری ہے۔ یہی رب العالمین کا حکم ہے اور یہی رحمۃ للعالمین کی رحمت کا تقاضا ہے۔

کاشتکاری و باغبانی کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ.

”جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کسی قسم کی فصل کاشت کرتا ہے۔پھر اس میں سے پرندہ ، انسان یا چوپایا مویشی کھائے ،محنت کش کو اس صدقہ کا ثواب ملے گا“۔

(بخاري، الصحيح ، ۲: ۸۱۷ ، رقم: ۲۱۹۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ.

”جو مسلمان کوئی پودا اُگاتا ہےتو اس درخت میں سے جو کچھ کھایا جائے وہ اس کا صدقہ ہوجاتا ہے، جو کچھ اس سے چوری ہو وہ اس کا صدقہ ہوجاتا ہے،اور جو درندے کھالیں وہ اس کا صدقہ ہوجاتا ہے اور جو پرندے کھائیں وہ اس کا صدقہ ہوجاتا ہے اور جو شخص اس میں سے کم کرے گا وہ اس کا صدقہ ہوجائے گا“۔

(مسلم، الصحيح ، ۳: ۱۱۸۸ ، رقم: ۱۵۵۲)

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا .

”باغات اور کھیتیاں وغیرہ حاصل نہ کرو، دنیا کی طرف راغب ہوجاؤ گے“۔

(أحمد بن حنبل ، المسند ، ۱: ٤٤۳ ، رقم: ٤۲۳٤)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمینداری و باغبانی سے منع کیا گیا ہے جس میں منہمک ہو کر مسلمان نماز ، روزہ اور دوسرے فرائض سے غافل ہو جائے یا جس میں ظلم وزیادتی پائی جائے۔

اگر یہ خرابیاں آجائیں تو زمینداری و باغبانی کی کیا تخصیص ،تجارت ،صنعت ،تعلیم اور دیگر بے شمار شعبے بھی منع ہیں۔ رات بھر جاگنے، نوافل میں رات گذارنے، صوم وصال اور دیگر ریاضات شاقہ حد سے گزر جانے سے اگر فرائض رہ جائیں تو ایسی عباداتِ بھی منع ہیں۔

عمدۃ القاری میں علامہ عینی بیان کرتے ہیں کہ

هٰذا النهي محمول على الاستكثار من الضياع والانصراف اليها بالقلب الذي يفضي بصاحبه الى الركون الى الدنيا وأما اذا اتّخذها غير مستكثر وقلّل منها وكانت له كفافاً وعفافاً فهي مباحة غير قادحة في الزهد وسبيلها كسبيل المال الذي استثناه النبي ﷺ بقوله (الا من أخذه بحقه ووضعه في حقه).

''یہ ممانعت اس زمینداری/ زراعت کی ہے جس کو بہت بڑھا لیا اور تمام تر توجہ اسی کی طرف مبذول ہو گئی جو آدمی کو مکمل طور پر دنیا کی طرف جھکا دیتی ہے۔ ہاں صرف دولت سمیٹنے کیلئے اسے اختیا نہ کیا جائے اور کم مقدار میں زراعت کی جائے جس سے باعزت روزی بقدرضرورت ملتی ہے تو یہ جائز ہے اس سے زہد میں فرق نہیں پڑتا۔ اس کا حکم اس مال جیسا ہے جسے نبی کریم ﷺ یہ فرما کر ناجائز ہونے سے مستثنیٰ فرما دیا، کہ ہاں جس نے حق کے ساتھ مال لیا اور حق میں صرف کیا (اسکی اجازت ہے)۔

والحديث الذي ورد فيه المنع ضعيف.

''جس حدیث میں مزارعت کی ممانعت ہے وہ ضعیف ہے''۔

(عيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ١٢:١٥٦)

جاگیرداروں کا مذموم کردار

حضور نبی کریم ﷺ نے جہاں کاشتکاری، باغبانی کے فضائل بیان کرتے ہوئے زراعت کی مصروفیات کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا وہاں جاگیرداروں کے کردار کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ وہ اپنے مزارعین سے ذلت آمیز سلوک کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ.

''ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے جب ہل اور کھیتی باڑی کے دوسرے آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے مگر اس میں ذلت داخل ہو جاتی ہے''۔

بخاري، الصحيح، ٢: ٨١٧، رقم: ٢١٩٦

ذلت کی وجہ کو علامہ عینی نے بیان کیا کہ

فان اصحاب الاقطاعات يتسلطون عليهم و ياخذون منهم فوق ما عليهم بضرب و حبس و تهديد بالغ و يجعلونهم كالعبيد المشترين فلا يتخلصو منهم فاذا مات واحد منهم يقيمون ولده عوضه بالغضب و الظلم و ياخذون غالب ما تركه و يحرمون ورثته.

''جاگیردار ان (کسانوں/مزارعین) پر مسلط ہے۔ مار پیٹ کر، قید کر کے اور آخری حد تک ڈرا دھمکا کر ان پر جو واجبات ہیں، ان سے بھی زیادہ لیتے ہیں۔ ان مزارعوں، کسانوں کو زرخرید غلام بنا کر رکھتے ہیں جو ان ظالم جاگیرداروں، زمینداروں سے خلاصی نہیں پا سکتے۔ پھر جب کوئی کسان مزارع مر جائے تو اس کے بیٹے کو مرحوم کا شتکار کے عوض غضب وظلم سے اس کا قائم مقام کر لیتے ہیں۔ مرحوم مزارع کا چھوڑا ہوا ترکہ زیادہ تر (جاگیردار) خود لے لیتے ہیں اور اس کے وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں''۔

(عيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ١٢: ١٥٧)

مزارعت/ بٹائی پر زمین دینے کی حقیقت

مزارعت/ بٹائی پر زمین دینے کے حوالے سے احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ میں سے کچھ ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جو کہ مزارعت/ بٹائی کی ممانعت سے متعلقہ ہیں۔ آیئے پہلے ان احادیث و اقوال کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر اس حوالے سے فقہاء کے اقوال و فتاویٰ کو زیر بحث لائیں گے۔

☆ حضرت حنظلہ بن قیس انصاری نے سنا کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ قَالَ فَمِمَّا

يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ فَنُهِينَا وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ .

''اہل مدینہ میں ہماری زرعی زمین سب سے زیادہ تھی اور ہم اسے بٹائی پر دیا کرتے تھے، یوں کہ پیداوار کا ایک حصہ مالک زمین کا ہوگا اور ایک محنت کرنے والے کا، کبھی اِس حصے پر آفت آ جاتی اور وہ سلامت رہتا اور کبھی اُس زمین پر آفت آتی اور یہ سلامت رہتی، لہٰذا اس سے ہمیں منع کر دیا گیا اور اُن دنوں (زمین) سونے چاندی سے ٹھیکے پر نہیں دی جاتی تھی''۔

(بخاري، الصحيح، ۲: ۸۱۹، رقم: ۲۲۰۲)

☆ حضرت رافع بن خدیج بن رافع نے اپنے چچا حضرت ظہیر بن رافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوا ازْرَعُوهَا أَوْ أَزْرِعُوهَا أَوْ أَمْسِكُوهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کام سے منع کیا ہے جو ہمارے لیے نفع بخش تھا۔ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہ درست ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم اپنے کھیتوں کا کیا کرتے ہو؟ میں عرض گزار ہوا کہ ہم انہیں چوتھائی بٹائی پر دیتے ہیں، چند کھجوروں یا جو کے چند وسق پر۔ فرمایا کہ یوں نہ کرو بلکہ خود کھیتی کرو یا کھیتی کراؤ یا پڑی رہنے دو۔ رافع عرض گزار ہوئے کہ میں نے سنا اور مانا''۔

(بخاري، الصحيح، ۲: ۸۲٤، رقم: ۲۲۱٤)

☆ **عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.**

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ تہائی، چوتھائی اور نصف حصے پر کاشتکاری کیا کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو وہ خود کاشت کرے یا دوسرے کو مفت دے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زمین کو پڑی رہنے دے''۔

(بخاري، الصحيح، ۲: ۸۲٤، رقم: ۲۲۱۵)

فقہائے کرام اور مزارعت

مزارعت، بٹائی، ٹھیکہ پر زمین دینے کے جواز پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے بعد، خیبر کے یہودیوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ زمینوں اور باغات پر کام کرتے رہیں اور پیداوار آدھی ان کی آدھی مسلمان حکومت کی اور مزارعت اسی کا نام ہے۔

امام محمدؒ نے اس روایت مرسل کو دلیل بناتے ہوئے مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دینے کو جائز قرار دیا یعنی زمین نصف پیداوار پر دوسرے کو دینا کہ یہ فعل رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بٹائی پر زمین دینا جائز نہیں۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ خیبر کا معاملہ بٹائی یا مزارعت نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

پہلی وجہ رسول ﷺ نے خیبر بزور شمشیر فتح کیا تھا۔

استرقهم و تملك أراضيهم و نخيلهم ثم جعلها في أيديهم يعملون فيها للمسلمين بمنزلة العبيد في نخيل مواليهم و كان في ذلك منفعة للمسلمين ليتفرغوا للجهاد بأنفسهم و لأنهم كانوا أبصر بذلك العمل من المسلمين .

''آپ ﷺ نے ان (یہود) کو غلام بنا لیا اور آپ ﷺ ان کی زمینوں اور کھجوروں کے مالک ہو گئے۔ پھر انہی کے ہاتھوں میں یہ اراضی رہنے دی کہ وہ مسلمانوں کے غلاموں کی حیثیت سے ان زمینوں پر اپنے مالکوں کے لئے کام کرتے رہیں۔ اس میں مسلمانوں کو فائدہ تھا کہ وہ جہاد کے لئے فارغ ہو جائیں''۔

دوسری بات یہ بھی کہ یہود ان زمینوں کو مسلمانوں سے بہتر جانتے تھے اور جو کچھ ان کا پیداوار میں حصہ مقرر فرمایا یہ ان کا نفقہ تھا کیونکہ مسلمانوں کے غلام تھے اور باغوں میں مسلمانوں کے لئے کام کرتے تھے۔ لہٰذا وہ اخراجات لینے کے مستحق تھے۔ لہٰذا آپ نے ان کا خرچہ ان کی کمائی میں مقرر فرمادیا اور نصف پیداوار ان کیلئے مقرر فرمائی۔ جیسے آقا اپنے غلام پر ٹیکس لگاتا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ امام اعظم ﷛ نے بتائی کہ حضور ﷺ نے ان کی گردنوں اور زمین و باغوں پر بھی احسان فرمایا۔ آدھی پیداوار کو ان پر اسلامی حکومت کو ادا کرنا لازم کردیا۔ یہ ''خراج مقاسمہ'' کہلاتا ہے۔

خراج کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خراج مقاسمہ (۲) خراج موظّف (خراج وظیفہ)

خراج وظیفہ

اس سے مراد جب امام مفتوحہ علاقہ کے لوگوں پر مالی ٹیکس لگادے۔ جیسے حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں پر ٹیکس لگایا تھا کہ وہ ہر سال بارہ سو (1200) حُلے اسلامی مرکز کو دیں گے۔ چھ سو (600) محرم ابتدائے سال میں اور چھ سو رجب میں۔

خراج مقاسمہ

اس سے مراد زمین کی پیداوار پر دیا جانے والا خراج ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود خیبر سے صلح کا معاہدہ کیا تھا کہ ان کی زمین سے جو پیداوار ہو گی، اس میں سے آدھی رسول اللہ ﷺ کی اور نصف وہاں کے باشندوں کی، اس میں مزارعت ہوگی۔

امام کو اختیار ہے کہ مفتوحہ اراضی کو وہاں کے باشندوں پر احسان کرتے ہوئے ان پر خراج وظیفہ مقرر کرے اور چاہے تو ان پر خراج مقاسمہ لگا کر انہی زمینوں پر ٹھہرا دے۔ یہ بہترین فیصلہ تھا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ فیصلہ ان کی اور ان کی اولادوں کی گردنوں پر تصرف ہے۔ جیسے عموماً غلاموں اور لونڈیوں میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر ﷛ نے ان کو جلا وطن کیا، اگر یہ لوگ مسلمانوں کے مملوک و غلام ہوتے تو انہیں جلا وطن نہ کیا جاتا کیونکہ غلام کو مالک ہمیشہ اپنی ملکیت میں رکھ سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دوسری وجہ ہی درست ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہود پر یہ بات واضح فرمادی کہ ان پر ان کی کھجوروں اور اراضی کے معاملہ میں جو احسان کیا گیا ہے، یہ ہمیشہ کیلئے غیر مشروط نہیں۔ فرمایا:

أقرّكم ما أقرّكم الله.

''میں تم کو اس وقت تک یہاں ٹھہراؤں گا جب تک اللہ ٹھہرائے گا''۔

یہ فرمان استثناء کا سا ہے اور اشارہ اس طرف ہے کہ ان کو خیبر میں ٹھہرنے کی اجازت دائمی نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ایک وقت آئے گا جب آپ ان کو خیبر سے جلا وطن کر دیں گے۔ اس کلمہ سے آپ نے اپنے قول کو وعدہ خلافی کے عیب سے بچا لیا، اس لئے کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی کے عیب سے دور تھے۔

(سرخسي، المبسوط، ۲۳:۲، دار المعرفة بيروت)

امام اعظم ﷛ کے نزدیک مزارعت جائز نہیں

امام ابو حنیفہ ﷛ نے فرمایا مزارعت/ بٹائی پر زمین، خواہ نصف پیداوار پر خواہ تیسرے حصہ پر جائز نہیں۔

امام صاحب کے دلائل

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي إِمَارَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ حَتَّى بَلَغَهُ فِي آخِرِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يُحَدِّثُ فِيهَا بِنَهْيٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ فَسَأَلَهُ

فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ بَعْدُ وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْهَا بَعْدُ قَالَ زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا.

''مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے عہد، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت اور حضرت معاویہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اپنی زمینوں کو بٹائی پر دیا کرتے تھے حتی کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخر میں انہیں حضرت رافع بن خدیج کی یہ حدیث پہنچی کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (مجاہد کہتے ہیں) پھر حضرت ابن عمر، حضرت رافع کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا، سو اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے زمین کو کرائے پر دینا چھوڑ دیا، پھر جب ان سے اس بارے میں سوال کیا جاتا تو کہتے ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے''۔

(مسلم، الصحيح، ٣: ١١٨٠، رقم: ١٥٤٧)

☆ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرُو إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُغْنِيهِمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا.

''عمرو کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ کاش! آپ بٹائی پر زمین دینا چھوڑ دیتے، کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا کہ اے عمرو، میں انہیں دیتا ہوں اور انہیں بے نیاز کر دیتا ہوں جب کہ اُن میں سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مفت دے یہ اُس کے بدلے کچھ مقرر کر کے لینے سے بہتر ہے۔''

(بخاري، الصحيح، ٢: ٨٢١، رقم: ٢٢٠٥)

خلاصہ کلام

سطور بالا میں قرآن وسنت واقوال صحابہ وفقہاء کرام سے یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ جاگیرداری اور بٹائی پر زمین دینا درست نہیں۔ دیہات کی اکثر آبادی جو زمینوں پر کام کرتی ہے وہ بنیادی انسانی ضرورتوں سے بھی محروم ہے۔ محنت کش کی ساری کمائی جاگیردار وزمیندار لے جاتے ہیں اور محنت کش کی آنیوالی نسلیں ان ظالموں کے ہاتھوں گروی رہتی ہے۔ جاگیردار، وڈیرہ شاہی کے خونیں پنجوں میں عوام صدیوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ جاگیردار اپنے علاقے میں ہسپتال نہیں بنوانے دیتا کہ کسی غریب کا علاج ہو سکے۔۔۔ سکول، کالج اور صنعتی ٹریننگ ادارے نہیں بننے دیتا کہ عوام زیورِ علم سے آراستہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔۔۔ اپنی نکمی، نالائق اولاد کو شہروں میں بلکہ بیرون ملک تعلیم دلاتا ہے اور عوام کے لئے سکول، کالج اور ہسپتال پبلک بہبود کے ادارے بننے نہیں دیتا کہ تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے غلام ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔۔۔ سڑکیں نہیں بننے دیتے کہ ان مظلوموں کو باہر کی دنیا نظر آ جائے گی۔ نیز شہروں کے باخبر لوگ ان یاجوج ماجوج کی ان بستیوں کی حالت زار سے بے خبر ہی رہیں اور کوئی ان کی حمایت میں آواز نہ اٹھائے۔

لہٰذا اس صورت میں کسی جاگیردار اور وڈیرے کے ظلم وستم سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے کہ کہیں اُن کی زمینوں کو آباد کرتے کرتے غریب مزارع ان کا غلام نہ بن جائے، مزارعت/ بٹائی جائز نہیں۔

کبھی انسان مجبور ہو جاتا ہے اور زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے وہ کچھ کرنا پڑ جاتا ہے جو اسے سخت ناپسند ہے۔ یہ حالت

انتباہ! یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض نادان دوست اپنے ذاتی کاروبار میں تحریک اور قائد تحریک کا حوالہ دیکر لوگوں کو راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ نیز مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔ (ادارہ)

اضطرار کہلاتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo

’’پھر جو شخص بے بس و لاچار ہو جائے ، نہ خواہشمند ہو اور نہ ضرورت مند آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر (حرام کھانا بقدر ضرورت میں) کچھ گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔ (البقرة، ۲ : ۱۷۳)

مثلاً وراثت میں زمین ملی ، چھوٹے چھوٹے بچے، بیوی اور بوڑھے والدین کیا کرے۔۔؟ یا قومی و ملی فوجی خدمات کے صلہ میں سرکاری زمین ملی، کیا کرے۔۔۔؟ بعض رفاہی اداروں کو ان کی رفاہی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے عوام یا حکومت جاگیر دیتی ہے، اُسے کیسے آباد کیا جائے اور کس طرح پیداوار حاصل کی جائے۔۔۔؟ اس صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ حکومت غریب مزارعین کو مفت اعانت نہیں کرتی تو کم سے کم قرض حسن دے۔ٹریکٹر، کھاد اور زرعی قرضے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں وڈیروں کو ہی کیوں دیئے جاتے ہیں؟ محنت کرنے والے مزدوروں اور ہاریوں کو دیں ۔ جاگیردار بڑے شہروں میں پر تعیش زندگی محلات میں گزار رہا ہے۔ اس کے پاس محدود رقبہ رہنے دیں باقی ہاریوں میں تقسیم کریں ۔ فرعونیت کا خاتمہ کریں ۔ کسانوں کی روٹی و عزت کو بحال کریں۔ بقول علامہ اقبالؒ۔

خواجہ نان بندۂ مزدور خورد
آبروئے دختر مزدور دُرد

جاگیردار ، زمیندار ، ملک، وڈیرہ، نواب مزدور کی روٹی کھا گیا اور مزدور کی بیٹی کی عزت بھی پامال کر گیا۔

لہٰذا خاص حالات میں شرائط کے ساتھ بعض ائمہ نے اس مزارعت کو جائز قرار دیا ہے ۔ جیسے احناف میں صاحبین اور دیگر متعدد آئمہ کرام نے۔

”**فهي فاسدة عند أبي حنيفة** رحمه الله **وعندهما جائزة والفتوى على قولهما لحاجة الناس**“.

’’بٹائی پر زمین دینا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمهما الله کے نزدیک مشروط طور پر جائز ہے اور فتویٰ لوگوں کی حاجت کی پیش نظر صاحبین کے قول پر ہی ہے‘‘۔ (الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند ، الفتاوى الهندية ، ٥: ٢٣٥ ، دار الفكر)

جواز کی نمایاں شرطیں یہ ہیں :

۱۔ زمین زراعت کے قابل ہو۔
۲۔ مالک زمین اور بٹائی پر لینے والا ، دونوں اہل عقد ہوں۔
۳۔ معاہدہ کی مدت بیان کر دی جائے ۔
۴۔ بیج کس کے ذمہ ہوگا ؟ اس امر کو واضح کیا جائے۔
۵۔ جنس متعین ہو۔
۶۔ دوسرے فریق کا حصہ (نصف ، ثلث ، ربع) وغیرہ بھی متعین ہو۔
۷۔ زمین کام کرنے والے کے حوالے کر دی جائے۔

(ابن نجيم ، البحر الرائق ، ۸: ۱۸۱ ، دار المعرفة بيروت)

پس شریعت مطہرہ نے کمال حکمت سے مشروط اجازت بھی دی اور عام حالات میں اسکی حوصلہ شکنی بھی کر دی۔

❁❁❁❁❁

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یقین محکم اور عمل پیہم کی مجسم تصویر

عباس محمود العقاد

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد نفاق نے اپنی گردن اٹھائی۔ بعض قبائل عرب مرتد ہوگئے، انصار نے اپنے مراکز کو چھوڑ دیا، ان حالات میں اگر مضبوط پہاڑ بھی میرے والد گرامی پر گر پڑتے تو آپ انہیں ریزہ ریزہ کردیتے۔ اگر مسلمان کسی نقطے پر اختلاف کرتے تو میرے والد گرامی اپنی فیصلہ شناس نگاہ کی بدولت اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ فرمادیتے۔

(کنزالعمال، فضل الصدیق، رقم:۳۵۵۹۵)

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد جو بغاوت پھوٹ پڑی تھی اور اس کے جو متوقع نتائج سامنے آنے والے تھے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس سے بخوبی آگاہ تھے۔ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد آپ کے سامنے تین طرح کے مسائل آئے:

۱۔ لشکر اسامہ بن زید کی روانگی

۲۔ فتنہ ارتداد کی سرکوبی

۳۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اقدامات

سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ مختلف قسم کے پیدا ہونے والے فتنوں کو پہلے ختم کرنے کی کوشش کی جائے یا اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کی معیت میں جو لشکر روانہ فرمایا تھا اسے دوبارہ بھیج دیا جائے۔ واقعی یہ ایک نہایت ہی نازک وقت تھا کہ ہر طرف سروں پر خطرات منڈلا رہے تھے۔ ایسے وقت میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بہت غور و خوض کے بعد لشکر اسامہ بن زید کی روانگی کا حکم جاری فرمایا۔ یہ فیصلہ دور رس اثرات کا موجب بنا، آیئے اس لشکر کی روانگی اور آپؓ کو اپنے دورِ خلافت میں پیش آمدہ دیگر مسائل کا ایک ایک کرکے جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ لشکر اسامہ بن زیدؓ کی روانگی

''بلقآء'' کے قریب ملک شام میں واقع ''اُبنیٰ'' میں مقیم لوگوں کی جانب حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں لشکر تیار کیا گیا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ کا سب سے آخری سریہ تھا۔ ۲۶ صفر المظفر ہفتہ کے روز حضور نبی اکرم ﷺ نے ملک شام پر قابض رومیوں کے مقابلہ کے لئے جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا اور حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کو حکم دیا کہ کل یعنی ۲۷ صفر المظفر بروز اتوار اس مہم پر روانہ ہوجائیں۔ پھر آپ ﷺ نے خود انہیں رخصت فرمایا۔

حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ نے مدینہ منورہ

☆ مصر کے نامور مصنف مرحوم عباس محمود العقاد کی تصنیف ''عبقریت الصدیق'' سے ماخوذ

سے ایک فرسخ (تین میل) کے فاصلے پر مقام جرف میں پڑاؤ ڈالا تاکہ لشکر وہاں اکٹھا ہوسکے۔ اس لشکر میں کبار صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ اس دوران مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعت مقدسہ زیادہ خراب ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کی شدت مرض کے بارے میں سنا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر چند صحابہ کرام علیہم الرضوان مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

۱۲ ربیع الاول پیر کے دن حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ مہم پر روانگی کی تیاری فرمارہے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی اس پر آپؓ اپنے لشکر سمیت مدینہ طیبہ واپس آگئے۔

جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول منتخب ہوئے تو امور خلافت سنبھالنے کے بعد پہلا حکم آپؓ نے لشکر اسامہ کی روانگی کا دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ یکم ربیع الثانی کو جرف کے مقام سے اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے۔

لشکر ''ابنیٰ'' کے مقام پر پہنچا اور مشرکین سے زبردست جنگ کے بعد کامیاب و کامران ہوا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس مہم میں مسلمانوں کا کوئی بھی جانی نقصان نہ ہوا، سارا لشکر صحیح سلامت مال غنیمت سمیت واپس مدینہ منورہ آگیا۔ اس جنگ کے وقت حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔

حضرت اسامہؓ کی مہم کو بعض جدید مؤرخین زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور اس کو تاریخ کا ایک معمولی واقعہ شمار کرتے ہیں جس کا کوئی خاص اور نمایاں فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو نہیں پہنچا۔ مگر ان لوگوں کا یہ خیال ایک فاش تاریخی غلطی ہے۔

درحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ اقدام بڑے گہرے اور دور رس نتائج کا حامل تھا اور اس کے اندر نفع اور اصلاح کے بے شمار پہلو مضمر تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ یہ مہم دولت اسلامیہ کی سیاست عامہ کا عنوان و دیباچہ ہے اور اس کو اس دور کی سیاسیات میں اتنا ہی بلند مقام حاصل ہے جتنا اونچا مرتبہ کسی بھی دور کی سیاسی پالیسی کو حاصل ہوسکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی کلی اطاعت اس مہم کا بنیادی راز ہے۔ جب تمرد وعصیان وباء کی طرح پھوٹ پڑے تو ایسی صورت میں اطاعت کامل کروالینا ہی سب سے بڑا کارنامہ ہوتا ہے۔

اس وقت بغاوت و سرکشی ایک عظیم خطرہ بن چکی تھی۔ مکہ اور مدینہ میں نفاق کا فتنہ سر اٹھا رہا تھا۔ بدوی قبائل ایک ایک کر کے مرتد ہو رہے تھے۔ حتی کہ خود حضرت اسامہؓ کو بھی فوج کی اطاعت پر اعتماد نہ رہا تھا اور وہ اس بات کے منتظر تھے کہ ان کی جگہ کوئی اور امیر لشکر مقرر کیا جائے۔ غرض بغاوت و سرکشی نے وباء کی صورت اختیار کر لی تھی اور کامل اطاعت کروانے کے سوا سلامتی کا کوئی راستہ نہ تھا۔

اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بالغ مزاج اپنا کام کر گیا اور ان کے عبقری دل و دماغ نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنے ہیرو کے اتباع و اقتداء کا حق ادا کیا۔ لوگوں نے آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اگر یہ لشکر مدینہ سے باہر بھیج دیا گیا تو اس کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے گی مگر اس بطل جلیل نے اس خطرہ کی پروا نہ کی اور فرمایا:

''خدا کی قسم! میں اس علم کو نہیں کھول سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں نے باندھا ہو۔ خواہ ہمیں پرندے اچک لے جائیں۔ جیش اسامہؓ کی روانگی کسی حال بھی ملتوی نہیں کی جاسکتی''۔

مہاجرین و انصار کی ایک بھاری تعداد ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو یہ رائے رکھتی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کی وجہ سے فی الحال اس مہم کو ملتوی کر دیا

جائے۔ اس رائے میں پیش پیش خود حضرت اسامہؓ بھی تھے۔ بعض لوگ یہ متبادل تجویز پیش کرتے تھے کہ اگر مہم بھیجنی ہی ہے تو فوج کی قیادت کسی سن رسیدہ اور ماہر جنگ کمانڈر کے سپرد کی جائے۔ حضرت عمر بن خطابؓ بھی اسی رائے کے حامی تھے۔ لیکن تمام لوگوں کی آراء کے برعکس حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں اطاعت اور قانون کا مسئلہ ہر چیز پر مقدم اور ہر چیز سے اہم تھا۔ اگر تمرد نے وباء کی صورت نہ اختیار کرلی ہوتی تو اس راستہ کے سوا دوسرے راستے بھی مفید اور درست ہوسکتے تھے۔ مگر یہاں سابقہ ایسی خطرناک آفت سے تھا جس سے بچاؤ کی صورت نہ کرنے میں دولت اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی۔

جو اطاعت مقصود تھی اس کی مثال سب سے پہلے خود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قائم کی۔ مہم کو روانہ کرتے وقت پیدل چلتے رہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ آپ کی سواری کی مہار تھامے ساتھ ساتھ تھے۔

حضرت اسامہؓ نے کہا، ’’اے جانشین رسول (ﷺ)! آپ بھی سوار ہوجائیں، ورنہ میں خود سواری سے اترتا ہوں‘‘۔

آپ نے فرمایا، نہیں! نہ تم اترو، نہ میں سوار ہوں گا۔ تھوڑی دیر کے لئے تو مجھے بھی قدم خدا کی راہ میں غبار آلود کرلینے دو‘‘۔

رخصت ہونے سے پہلے آپ نے امیر لشکر (اسامہؓ) سے درخواست کی کہ اگر تم حضرت عمرؓ کو میرے پاس رہنے دو تو میرے حق میں بہتر ہوگا۔ حضرت عمرؓ امیر لشکر کے حکم سے واپس چلے آئے۔ یعنی محمود کو بھی ایاز سے اجازت لینی پڑی۔ اس لئے کہ وہی اس وقت صاحب امر تھا۔

چلتے چلتے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہؓ کو یہ نصیحت فرمائی۔ دیکھو! وہی کچھ کرنا جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے۔

لشکرِ اسامہؓ کی روانگی کے اثرات

اگر یہ مہم اس وقت روانہ نہ کی جاتی تو قبائل غسان و قضاعہ جو عرب اور روم کے نقطہ اتصال پر آباد تھے مسلمانوں سے بے خوف ہوجاتے اور ان کے دلوں سے اسلامی حکومت کا وقار جاتا رہتا۔ اس بات کا محض امکان نہ تھا بلکہ ہونا یہی تھا۔ رومی مسلمانوں کی اس کمزوری کو محسوس کرکے حملہ کردیتے اور غسان و قضاعہ کی مدد سے جو جی میں آتا کرگزرتے۔ اور مزید یہ کہ کیا وہ لوگ بھی سر نہ اٹھالیتے جو کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے اب تک خاموش بیٹھے تھے۔۔۔؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ہوکر رہتا۔

اس مہم کا نمایاں اور اہم پہلو یہ ہے کہ جب اس روانگی کی خبر جزیرہ نمائے عرب میں پھیلی تو اس دور کے مؤرخین کے بیان کے مطابق جو قبائل ارتداد کے لئے پر تول رہے تھے وہ خاموش ہوکر بیٹھ گئے اور ان کے ذہنوں پر یہ اثر ہوا کہ اگر مسلمانوں میں اس وقت غیر معمولی طاقت نہ ہوتی تو وہ طاقتور سلطنتوں پر دھاوا نہ بولتے۔ پس اگر لشکر اسامہ کو کسی خطرہ کے پیش نظر روک رکھنے کی کوئی وجہ موجود تھی تو اس کا بھیج دینا اس سے بھی بڑے خطرے کی مدافعت کے لئے ضروری تھا۔ اطاعت وفرمانبرداری کا درس دینا اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تھی۔

2۔ فتنہ ارتداد

وہ واقعات و حادثات جو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں یا آپ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد پیش آئے وہ خود اس بات کے شاہد ہیں کہ اسلام کا ارتقاء وعروج طبعی اور فطری تھا۔ انہی میں سے ایک اہم واقعہ فتنہ ارتداد بھی ہے۔

مرتدین کے خلاف جنگ کرنا بظاہر حضرت ابوبکرؓ کی حلیم الطبعی اور نرم مزاجی کے خلاف نظر آتا ہے اور بادی النظر میں آپ کا یہ مؤقف کچھ حیران کن ہے۔ آدمی

سوچنے لگتا ہے کہ ایک حلیم و بردبار شخص کا اس موقع پر سخت رویہ اختیار کرنا اس کے مزاج کے منافی ہے۔ لیکن اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ کے اس مؤقف میں چنداں حیرت کا پہلو نہیں۔ آپ نے اس وقت جس سختی وشدت کا مظاہرہ کیا اس وقت وہی آپ کے مزاج کا عین اقتضا تھا اور اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کے متعلق یہ کہنا پڑتا کہ آپ قوت غضب سے محروم تھے جو بہر حال ناقابل تصور ہے۔ مرتدین کے ارتداد نے حضرت ابوبکرؓ کو برافروختہ کردیا۔

ارتداد کی وجوہات

۱۔ ارتداد عرب جس صورت میں پیش آیا اس کا اس صورت میں پیش آنا طبعی اور فطری قانون کے مطابق تھا۔ دعوتِ اسلام کے عروج پر پہنچنے اور عوام و خاص کے اس دین میں داخل ہوجانے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی ذات مرکز ومحور کا کام دیتی تھی یا بقول شاعر

فانك موضع القسطاس منها

فتمنع جانبيها ان يميلا

''آپ (ﷺ) اس ملت کی میزان کا مرکز توازن ہیں۔ آپ (ﷺ) ہی کی بدولت اس کے دونوں پلڑوں میں توازن قائم ہے''۔

جب مرکز توازن ہی نہ رہا تو اس کے برعکس صورت حال کا پیش آنا اور اضطراب و انتشار کا اس وقت تک کے لئے سر اٹھالینا فطری امر تھا جب تک اس کا مخصوص اثر زائل نہیں ہوجاتا اور حالات دوبارہ معمول پر نہیں آجاتے۔

اسی فطری تقاضے کے مطابق ہر گروہ کے اندر اس کے اپنے حالات وظروف کی مناسبت سے انتشار و اضطراب رونما ہوا۔

۲۔ ان مختلف گروہوں کے علاوہ متعدد قبائل بھی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ کوئی مرکز حکومت سے قریب تھا اور کوئی دور۔ کوئی اسلام سے زیادہ وابستگی رکھتا تھا اور کوئی کم۔ اسی تناسب سے ان کے اندر بھی انتشار و اضطراب رونما ہوا۔

جو قبائل گہوارہ اسلام سے قریب تھے وہ نبی اکرم ﷺ سے تو پوری عقیدت و وابستگی رکھتے تھے مگر آپ ﷺ کے جانشین صاحب امر کی اطاعت اور فرمانبرداری پر رضا مند نہ تھے۔

۳۔ انہی قبائل میں کچھ ایسے بھی تھے جو زکوٰۃ دینی فریضہ تو سمجھتے تھے مگر وصول کرنے والے کے بارے میں ان کا نقطہ نظر مختلف تھا۔ وہ قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کی من گھڑت تاویل اپنے موقف کی حمایت میں پیش کرتے تھے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبة:۱۰۳)

''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعثِ) تسکین ہے''۔

یہ لوگ اسی آیت کی آڑ لے کر یہ کہنے لگے کہ ہم زکوٰۃ اسی کو دے سکتے ہیں جس کی نماز و دعا میں ہمیں سکون ملے۔ اس کج فہمی کی بنا پر انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔

۴۔ جو قبائل دور دراز علاقوں میں آباد تھے ان کے انتشار و اضطراب کی وہی نوعیت تھی جو اتنے دور دراز علاقوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔

یمن کے لوگ جو مرکز سے کافی دور تھے ان کی حالت یہ تھی کہ وہ قدیم زمانہ سے تخت وتاج کے مالک چلے آرہے تھے۔ چند خاندان مدت ہائے دراز سے کبھی حبشیوں کا سہارا لے کر، کبھی ایرانیوں کی مدد سے اور کبھی خود اپنے ملک کے باشندوں کی مرضی سے اس علاقہ پر

حکمرانی کرتے رہے تھے۔ اس علاقہ میں قدیم زمانہ سے کہانت کا بھی زور تھا جو کچھ کتابی اور کچھ غیر کتابی عقائد کا مجموعہ تھا۔ جب حالات نے ذرا رخ بدلا تو ان سارے اسباب وعوامل نے مل کر اپنا کام کیا اور اضطراب و انتشار کی صورت اختیار کر گئے۔

انہیں حالات میں مدعی نبوت اسود عنسی بھی کچھ دیر کے لئے کامیاب ہوگیا۔ اسود عنسی اور اس جیسے دوسروں شعبدہ بازوں نے اپنی مطلب بر آری کا یہ راستہ نبی اکرم ﷺ کے عہد سعید ہی میں عرب کے مختلف علاقوں میں اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں تھا اور نہ یہ جان سکتے تھے کہ یہ ایک اصلاحی اور انقلابی دعوت ہے جس کا مقصد خیرو فلاح قائم کرنا ہے۔ ان کی عقل کی تنگ دامانی اور کوتاہ نظری نے اس کو زیادہ سے زیادہ جو اہمیت دی وہ یہ کہ یہ محض انہی جیسے ایک کاہن کی جعلسازی ہے جو خوش قسمتی اور اتفاق سے کامیاب ہوگئی۔ اس لئے ان کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ بھی اپنی نفع اندوزی کے لئے جدوجہد کر کے دیکھیں کیونکہ ان کے پاس بھی سحر وفسوں اور مکروفریب کے ہزار دام ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس قسم کے فتنوں نے کہیں کہیں سے سر اٹھانا تو شروع کر دیا تھا مگر ان کو اس وقت زور پکڑنے یا فروغ پانے کا موقع نہ مل سکا۔

یہ سارے فتنے حضور نبی اکرم ﷺ کے اس دار فانی سے رخصت کا انتظار کررہے تھے۔ اور جب یہ حادثہ عظیم ہوگیا تو پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک قیامت صغریٰ برپا ہوگئی اور تمام مخالف عناصر کھولتے ہوئے لاوے کی طرح ابل پڑے۔ ان میں اہل حرص وہوا بھی تھے اور جاہل وبدوی قبائل بھی۔

فتنہ ارتداد۔۔ ایک آزمائش

اسی تاریخی حقیقت کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ تک بھی پہنچتے ہیں کہ یہ فتنہ دعوت اسلام کے لئے ایک بھٹی ثابت ہوا جو اسے تپا کر ایک طرف زیغ ونفاق اور شک و ریب کا جھاگ اوپر لے آیا اور دوسری طرف ایمان محکم، قربانی کے بے لوث جذبہ اور غیر متزلزل یقین جیسے اوصاف کو نکھار کر علیحدہ کر دیا۔ جس نے فکرو تدبر، شجاعت و بہادری اور ایثار وحمیت کے ایسے غیر فانی نمونے لوگوں کے سامنے پیش کر دیئے جن سے تاریخ ادیان کے صفحات ہمیشہ روشن رہے ہیں۔

اس کی ایک شہادت طلیحہ کذاب کے ایک آدمی کی زبانی سنئے۔ جس سے خود طلیحہ نے یہ سوال کیا تھا کہ ''تم کیوں شکست کھا جاتے ہو؟'' اس نے جواب میں کہا، میں اس ہزیمت وناکامی کا راز بتاتا ہوں۔ ہمارا ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے موت کے گھاٹ اتر جائے اور جن لوگوں سے ہمارا مقابلہ ہے ان کا ہر آدمی اپنے ساتھی سے پہلے مرنا چاہتا ہے۔

یہ مرحلہ اسلامی دعوت کے لئے بھی بڑی آزمائش وامتحان کا تھا اور ان ہنگاموں اور شورشوں کے لئے بھی جن کے پیچھے فوجی طاقت، قبائلی عصبیت اور مکرو فریب کام کررہے تھے۔ اگر اسلامی دعوت کی پشت پر بھی صرف فوجی طاقت، قبائلی عصبیت اور مکروفریب ہی کا اثاثہ ہوتا تو فتنہ ارتداد کا چھوٹے سے چھوٹا مدعی نبوت بھی اسلام کے مقابلہ میں کامیاب ہوجاتا کیونکہ ہر دعویدار نبوت کے پیچھے عصبیت کے نشہ میں سرمست قبائل کا انبوہ کا انبوہ تھا۔ ان کی اس سرمستی کا اندازہ ان کے اس نعرہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''ہمارا جھوٹا نبی، مضر اور قریش کے سچے نبی ﷺ سے بہتر ہے''۔

اسلامی دعوت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ امتحان سے اپنا دامن صاف بچا کر نکل گئی اور اپنے بے لاگ اٹل اور دائمی اصولوں پر کوئی آنچ نہ آنے دی خطرات بھی خود ہی پیدا ہوئے اور سلامتی کے اسباب بھی خود ہی مہیا ہوگئے۔

مرتدین تتر بتر اور منتشر تھے اور کسی دینی یا سیاسی

رشتہ وحدت میں منسلک نہ تھے۔ اس کے برعکس ان کے اس جارحانہ اقدام نے اہل مدینہ کی مدافعانہ اسپرٹ پوری طرح بیدار کردی تھی اور وہ ایک مضبوط رشتہ وحدت میں منسلک ہوگئے تھے۔ یہی حال اہل مکہ کا بھی تھا۔ چنانچہ یہ سارے لوگ اتحادو اتفاق کی ایک مضبوط چٹان بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کے عزم و یقین کو اس بات سے مزید تقویت پہنچی کہ جیش اسامہؓ بہت قلیل مدت میں کامیاب واپس آ گیا۔ راسخ ترین روایت کے مطابق یہ مہم دو ماہ سے بھی کم مدت میں سر کر لی گئی اور مجاہدین اپنے ہمراہ بہت سا مال غنیمت بھی لائے۔ نیز نہ ان کا کوئی جانی نقصان ہوا اور نہ ان کے عزم وحوصلہ میں کوئی فرق آیا۔

قبائل نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں نے رومیوں جیسی صاحب سطوت و جبروت حکومت پر حملہ کر دیا اور کامران و کامیاب مع بے شمار اموال غنائم واپس بھی آگئے تو ان کے دل دہل گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دینے کے سوا چارہ نہ دیکھا۔ صحرا کی خاک چھاننے والے اوراس کے طول وعرض میں بے خانماں پھرنے والے غیر منظم قبائل آخر اس سے آگے کر ہی کیا سکتے تھے، جب کہ وہ یہ محسوس کر چکے تھے کہ ان کا مقابلہ ایک بنیان مرصوص سے ہے۔ ان کے اندر ایسے لوگوں کا فقدان نہ تھا جو مطلع دیکھ کر آئندہ حالات کا اندازہ کر لیتے تھے۔

جیش اسامہؓ جزیرہ نمائے عرب میں خود ایک بہت بڑی طاقت تھا لیکن اس کی شہرت و دبدبہ نے اس کی اپنی اصلی قوت و طاقت سے بھی زیادہ کام کیا۔ چنانچہ جو مرتدین پیش قدمی کررہے تھے وہ اپنی جگہ پر رک گئے اور ان کو مزید آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جو مجتمع ہو رہے تھے وہ بکھر گئے۔ جو بغاوت کے لئے پر تول چکے تھے انہوں نے صلح کر لی اور اس موقع پر صرف ہیبت و دبدبہ نے وہ کام کیا جو اسلحہ اور فوج سے بھی زیادہ کارگر اور موثر ثابت ہوا۔ یہ ہے فتنہ ارتداد کا پورا پس منظر مع اپنے جملہ پہلوؤں کے جن میں خطرات بھی موجود تھے اور سلامتی کے قوی اسباب بھی۔

فتنہ ارتداد کی سرکوبی

اس فتنہ کا مقابلہ حضرت ابوبکرؓ نے شروع سے آخر تک بڑے حسن وخوبی کے ساتھ کیا اور اس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جو تشنہ علاج رہ گیا ہو۔ آپ نے فتنے کی پہلی آواز اٹھتے ہی بڑے حزم و احتیاط سے قدم بڑھایا اور اس وقت تک پورے تدبر کے ساتھ آگے ہی بڑھتے رہے جب تک فتنہ نے ہتھیار نہیں ڈال دیئے اور حالات حسب سابق معمول پر نہیں آگئے۔

اس فتنہ میں حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے جو سب سے بڑا تدبر بروئے کار آیا وہ یہ تھا کہ آپ نے مرتدین کو قرار واقعی سزا دی۔ یہ لوگ تمرد وسرکشی پر تل گئے تھے۔ خیر خواہانہ مشوروں اور دھمکیوں سے بھی بے نیاز ہو چکے تھے اور انہوں نے جرم کیشی کو اپنا شیوہ بنالیا تھا۔ اس لئے اس بات کے مستحق تھے کہ ان کو ان کے جرم کے مطابق ہی سزا دی جائے۔ یہ لوگ عظمت دین کو پائے حقارت سے ٹھکرا چکے تھے اور مال و دولت کی محبت میں اس حد تک دیوانے ہو گئے تھے کہ دین کے حقوق سے بھی انکار کر بیٹھے۔ اس لئے وہ ایسی ہی سزا کے مستحق تھے جس سے عبرت حاصل کریں اور جسے مدت العمر تک یاد رکھیں۔ وہ اس بات کے مستحق تھے کہ جس مال کی محبت میں یہ فتنہ انہوں نے کھڑا کیا اور شورش و نقص امن تک پہنچ گئے وہ مال بھی ان سے چھین لیا جائے۔

چنانچہ ان کی جائیدادیں، ان کے گھر بار، ان کے مویشی، ان کی چراگاہیں اور پانی کے گھاٹ سب کچھ فوج کی تحویل میں دے دیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے بعض مواقع پر نرم پالیسی اختیار کرنی چاہی مگر پیکر رحمت و رافت حضرت ابوبکرؓ نے نرم پالیسی کو بروئے عمل نہیں آنے دیا۔ بلکہ پورا قصاص لینے کی ہدایت کی۔ مسلمانوں کا قتل عام کرنے، لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کرنے اور پھر

نصیحت اور دھمکی پر کان نہ دھرنے کے بعد نرمی اور رواداری کا سوال آخر کہاں باقی رہ گیا تھا؟

ایک عمل کا بدلہ دوسرے جوابی عمل سے ہی دیا جانا چاہئے۔

اگر ایک طرف سے تحقیر و توہین ہو تو دوسری طرف سے سخت گیری مطلوب و درکار ہے۔ اگر ایک طرف مال و دولت کی گھناؤنی ہوس ہو تو دوسری طرف سے جواب میں اموال کی ضبطی ہی ہونی چاہئے۔ اگر ایک طرف انسانی جان کی عظمت و احترام دل سے اٹھ گیا ہو تو اس ناپاک عمل کا جواب تلوار ہی سے دیا جانا چاہئے۔ اگر ایک طرف کچھ نافرمان اور غدار لوگ ہوں جو مال و متاع کو اپنے ایمان پر بھی ترجیح دیتے ہوں تو دوسری طرف مجاہد صفت، اخلاص پیشہ اور دین و ایمان کو عزیز ترین متاع سمجھنے والے لوگ ہی ہونے چاہئیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کا خراج تحسین

ابو رجاء بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مدینہ میں داخل ہوا تو میں نے لوگوں کا ایک جم غفیر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک دوسرے آدمی کا سر چوم رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہوجاتے۔

میں نے پوچھا کہ یہ دونوں بزرگ کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمرؓ ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کا سر اس خوشی میں چوم رہے ہیں کہ مرتدین آپ ہی کی بدولت زیرنگیں ہوئے اور زکوٰۃ روک لینے کے بعد دوبارہ دینے پر مجبور ہوئے۔

ابورجاء ایک معتبر اور ثقہ راوی ہیں اور انہوں نے ان دونوں عظیم انسانوں کی محبت اور تعظیم کا جو آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے وہ انوکھا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اسی بات کے سزاوار تھے کہ حضرت عمرؓ ان کی عظمت کا اعتراف اسی انداز میں کریں۔

3۔ سرحدوں کی حفاظت کیلئے اقدامات

فتنہ ارتداد ابھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ تاریخ اسلام میں ایک نئے مرحلے کا آغاز ہوگیا جو پہلے مرحلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس مرحلہ سے بھی اسی عزم و ارادہ کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے جس عزم و ارادہ کے ساتھ ہر کام کو نبھانا آپ کا طبعی خاصہ تھا۔

پہلا مرحلہ تو اسلام کو اس کے اپنے گھر میں زندہ و باقی رکھنے کا تھا۔

دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ اسلام کی سرحدوں کو محفوظ و مستحکم کردیا جائے تاکہ بیرونی حملوں کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

ہم نے سرحدوں کی حفاظت کی تعبیر قصداً اختیار کی ہے اور اس لئے کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو فوجی دستے عراق و شام کی سرحدوں کی طرف روانہ فرمائے۔ وہ محض حفاظت کی غرض سے تھے، غلبہ و تسلط کے ارادے سے نہیں۔ آپ نے اپنی خارجہ پالیسی اسی پالیسی سے ہم آہنگ رکھی جو حضور نبی اکرم ﷺ نے اختیار کر رکھی تھی۔

اس پالیسی کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جارحانہ نہ تھی بلکہ اس کی غرض و غایت صرف یہ تھی کہ دشمنوں کی جارحانہ کاروائیوں کی مدافعت کی جائے۔ قافلوں کی گذرگاہوں میں امن و امان برقرار رکھا جائے اور دلیل و برہان سے باحسن طریق دین کی ترویج و اشاعت کے لئے راستہ ہموار کیا جائے اور اگر امن پسندانہ تبلیغ کی راہ میں کوئی ظالم و جابر طاقت روڑے اٹکائے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہو۔

جس طرح غزوہ تبوک میں اسلامی لشکر کو جب یہ یقین ہوگیا کہ رومی واپس چلے گئے اور اب وہ اس سال جنگ نہیں کرسکتے تو اسلامی لشکر خود بھی واپس لوٹ آیا اور ان پر چڑھائی نہ کی۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ رومی فوجیں عربی سرحدوں پر جمع ہوکر حملے کی تیاری کررہی ہیں۔ یہ خبر ملتے ہی نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی فوج ترتیب دی اور مقابلے کے

لئے پیش قدمی فرماتے ہوئے مقام تبوک تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ رومیوں نے جنگ کا ارادہ اب ترک کردیا ہے۔ چنانچہ اسلامی فوج بھی باوجود طول طویل سفر کی مشقتیں برداشت کرنے اور زبردست مالی اخراجات کا بار اٹھانے کے مقام تبوک ہی سے واپس چلی آئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی بلاتاخیر جیش اسامہؓ کی روانگی کا انتظام کیا تاکہ ان قبائل کو قابو میں رکھا جائے جنھوں نے حجاز و شام کی گذر گاہوں میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کررکھا تھا۔ اور اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے دلوں پر اسلام کی ہیبت و دبدبہ کا سکہ جم جائے۔ اس لشکر کی حیثیت موجودہ دور کی اصطلاح کے مطابق تادیبی مہم یا کارروائی کی سی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے اس دائرے سے ایک انچ بھی تجاوز نہ کیا اور بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق چالیس دن میں اور بعض دوسرے مؤرخین کی روایت کے مطابق ستر دن کے اندر اندر اپنا کام ختم کرکے مدینہ منورہ واپس آگیا۔

ایران کی سرحدوں پر جو لڑائیاں بحرین وغیرہ کے علاقہ میں ہوئیں وہ فتنہ ارتداد کے جنگی سلسلہ کی ایک کڑی تھیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو قبائل ایران کے زیر تسلط تھے، مسلمانوں کے علاقوں میں گھس آیا کرتے اور قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کے بعد واپس چلے جاتے۔ مسلمان ان کی مدافعت کرتے، ان سے بدلہ لیتے اور ان کی سرحدوں تک ان کا پیچھا کرتے۔

یوں آغاز ہوا اس جنگ کا جو عرب مسلمانوں اور ایرانیوں اور ان کے زیر اثر بحرین و سواد کے قبائل کے مابین ہوئی اور اس کا اختتام عرب و ایران کی مشہور عالم جنگ پر ہوا۔

ایرانیوں کے چھاپہ مار دستوں کے مطالعہ سے ایک مؤرخ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حالات نے خلیفہ اوّل کو ایرانیوں سے جنگ کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے یہ بات فراموش نہ کی کہ ان علاقوں میں آباد قوموں کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے۔ امراء اور رؤساء کے ساتھ صلح کا رویہ اختیار کیا جائے اور ان کو سلامتی اور اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ اس دین کو قبول کرلیں تو نہ ان سے کوئی جنگ ہے اور نہ دشمنی بلکہ وہ دینی بھائی ہیں اور اگر تلوار لے کر سامنے آئیں تو ان کے جواب میں بھی تلوار ہے۔

اس طرح گویا خلیفہ اوّل کے حق میں یہ مقدر ہوچکا تھا کہ آپ کے ہاتھوں اسلام کی نوزائیدہ مملکت اپنی داخلہ اور خارجہ سیاست میں مستحکم و استوار ہوجائے آپ نے جو کچھ بھی کیا اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پالیسی کی حرف بحرف پیروی کی۔ بعد میں آنے والوں نے جو کچھ کیا وہ اسی مبارک آغاز کی ارتقائی کڑی تھی۔

خدا کو یہ بھی منظور تھا کہ آپ اپنی رائے کے صحیح نتائج بچشم خود مشاہدہ کرلیں۔ یہ وہ شرف ہے جو عظیم الشان سلطنتوں کے بانیوں اور فاتحوں میں سے کم ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ بالخصوص ان کو جو عمر رسیدہ ہوچکے ہوں۔ آپ نے اپنی رائے کا صائب ہونا ان واقعات میں بھی دیکھ لیا جو پایہ تکمیل کو پہنچ چکے تھے اور ان واقعات میں بھی جو ابھی تکمیلی مراحل طے کررہے تھے۔ آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو یہ یقین ساتھ لئے ہوئے کہ جس طرح جنگ ارتداد کامیابی سے ہمکنار ہوچکی ہے اسی طرح جنگ ایران بھی کامیابی ہی پر اختتام پذیر ہوگی۔ ان دونوں جنگوں میں اقدامی صلاحیت اور قوت ایمان دونوں چیزیں ابھری نظر آتی ہیں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی قوتِ ایمانی کا سرچشمہ

جو شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مناقب ومحاسن صفحات تاریخ پر منتقل کررہا ہو اور آپ کی زندگی میں پیش آنے والے حالات کا تجزیہ کررہا ہو۔ اس کے ذہن میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ آپ کی اس ایمانی قوت کا منبع و سرچشمہ کیا تھا؟

آپ نے عرب کے سرکش اور باغی قبائل کو مطیع فرمان بنانے کے لئے فوجی دستے روانہ فرمائے۔ حالانکہ آپ کے پاس جو فوج تھی وہ باغی قبائل کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ آپ نے روم و ایران کی سرحدوں پر بھی فوجیں بھیجیں۔ حالانکہ آپ کے پاس عرب مسلمانوں کے علاوہ کوئی طاقت نہ تھی اور ان میں بھی وہ مسلمان مستثنٰی تھے جنہوں نے ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کیا۔ کیا یہ محض اتفاقی امر تھا؟ کیا یہ محض اندھا بہرا ایمان تھا جو فکر و تدبر سے خالی تھا؟ حالانکہ اسلام میں جہاں ایمان مطلوب ہے وہیں تدبر و تفکر بھی ناگزیر ہے۔ آپؓ قوتِ یقین سے معمور تو تھے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ کمال حکمت و تدبر بھی آپ کو فیض مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں میسر تھا۔

اس میں شک نہیں کہ یقین ہی وہ بڑا سرمایہ تھا جس کے سہارے حضرت ابوبکرؓ نے فتنہ ارتداد اور روم و ایران کی مہمات سرانجام دیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسلام کے غلبہ کا اتنا ہی یقین تھا جتنا قوی اور مضبوط یقین کسی دل میں جاگزیں ہوسکتا ہے۔ قرآن کا ہر وعدہ آپ کی نگاہ میں عینی حقیقت سے بھی زیادہ قابل یقین تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوئی ہر پیشین گوئی آپ کی نگاہ میں محسوس حقیقت سے بھی زیادہ اونچا مقام رکھتی تھی۔ اسلام تمام ادیان پر غالب ہوگا یہ بات آپ کی نگاہ میں عینی اور چشم دید حقیقت تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل یقین۔ اس یقین کی بدولت آپؓ نے اپنے دور خلافت میں اٹھنے والے ہر فتنہ کا کما حقہ سدِ باب کیا۔

❁❁❁❁❁

محترمہ ڈاکٹر شاہدہ نعمانی اور محترم ڈاکٹر محمد ارشد منہاجین کو پی ایچ ڈی کی تکمیل پر خصوصی مبارکباد

☆ گذشتہ ماہ منہاج القرآن ویمن لیگ کی پہلی صدر اور منہاج کالج فار ویمن کی پہلی وائس پرنسپل محترمہ شاہدہ نعمانی نے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ سماجی بہبود سے مقالہ بعنوان ''اسلام اور دیگر عالمی مذاہب میں پیشہ وارانہ سماجی بہبود کا تصور اور پاکستان میں اس کا اطلاق'' کے تحت ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کی۔ اس طرح منہاج القرآن انٹرنیشنل کی خواتین ونگ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والی پہلی خاتون سکالر کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

☆ گذشتہ ماہ منہاج یونیورسٹی کے فاضل محترم محمد ارشد نے نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد سے ''دنیاوی عذاب کے قرآنی اصول'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی مکمل کی ہے۔ ڈاکٹر محمد ارشد منہاجین نے 1996ء میں منہاج یونیورسٹی سے ایم اے عربی و اسلامیات کیا۔ جس کے بعد انہوں نے پی سی ایس کے امتحان میں پہلی پوزیشن بھی حاصل کی۔

پی ایچ ڈی کی تکمیل پر مذکورہ سکالرز کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین، صدر تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، منہاج یونیورسٹی کی جملہ انتظامیہ، اساتذہ کرام، مرکزی قائدین تحریک اور کارکنان نے مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

ہم تحریک منہاج القرآن کے ان قابل فخر سکالرز کو اس اعلیٰ تعلیمی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مصطفوی مشن کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مزید بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نجکاری کے نام پر قومی وسائل کی لوٹ مار

چشم کشا حقائق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین
[illegible]

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے گذشتہ ماہ جنوری و فروری 2014ء میں ملکی میڈیا پر متعدد انٹرویوز کے ذریعے پاکستان کے وسائل، اثاثہ جات اور قومی امانت کی ''نجکاری'' کے نام پر دن دھاڑے لوٹ مار کا پردہ چاک کیا۔ ان انٹرویوز میں آپ نے نجکاری کے علاوہ بھی متعدد اہم قومی ایشوز پر اظہار خیال فرمایا۔ ان صفحات پر ہم ''نجکاری'' سے متعلق مباحث پر مشتمل اقتباسات کو ایک آرٹیکل کی شکل میں پیش کررہے ہیں۔ ان حقائق کو منظر عام پر لانے کا مقصد بیداری شعور کے ساتھ ساتھ عوام و خواص کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا بھی ہے۔ شیخ الاسلام کے جن انٹرویوز سے اقتباسات کو اس آرٹیکل میں شامل کیا گیا ہے وہ ARY نیوز، ایکسپریس نیوز اور سماء TV پر نشر کئے گئے۔ ان انٹرویوز میں شامل دیگر اہم قومی ایشوز پر شیخ الاسلام کے بیان کردہ حقائق کی تفصیلات جاننے کیلئے درج ذیل CD's سماعت فرمائیں:

(CD#:1956, 1957,1958,1963,1961,1965, 1968,1969)

وطن عزیز اس وقت مختلف سیاسی، سماجی، معاشی اور بدامنی سے متعلق سنگین ترین حالات کا شکار ہے۔ ایسے میں مخلص سیاسی قیادت کا فرض ہے کہ وہ غیر معمولی احتیاط، محنت اور اخلاص سے کام لیتے ہوئے ملک کو ان بحرانوں سے نکالے مگر شومئی قسمت! کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ملک کو مزید انارکی اور تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ موجودہ حکمران اپنی کرپشن، نااہلیت اور آمرانہ رویوں کی وجہ سے اس قوم کو ایک بڑے بھیانک مستقبل کی طرف لے جا رہے ہیں۔

ان حالات کو سدھارنے میں حکمران غیر سنجیدہ ہیں اور لوگوں کی جان، مال، عزت و آبرو کا تحفظ ان کی ترجیحات میں شامل نہیں۔ مہنگائی، بیروزگاری، بدامنی، لاقانونیت پر کنٹرول کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ میں نے 11 مئی کے الیکشن سے پہلے اور 23 دسمبر 2012 کے مینار پاکستان کے جلسے میں اور جنوری 2013 کے لانگ مارچ میں دوٹوک انداز میں قوم سے کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ نا اہل ہیں، ان کی مہارت صرف لوٹ مار ہے۔ یہ تجارت اور سیاست کو اکٹھا کریں گے تو پورا ملک لُوٹ سیل اور کلیئرنس سیل پہ لگ جائے گا۔

جب کوئی بڑا سٹور بند ہونے لگتا ہے تو اُس کے اندر موجود اشیاء کو نہایت ہی سستے داموں فروخت کردیا جاتا ہے۔ اس کو closing sale کہتے ہیں۔ اس طرح لگ رہا ہے کہ یہ حکمران ملک کو لوٹ سیل سے بھی آگے closing sale پر لگانے والے ہیں اور سب کچھ لُوٹ مار کر کے بھاگنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں عوام کہاں

جائیں؟ قانون کی کوئی پاسداری نہیں حتی کہ سپریم کورٹ کے فیصلوں کو بھی پاؤں تلے روندا جا رہا ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلہ کی پامالی

سپریم کورٹ آف پاکستان نے 22 جولائی 2013ء کو ملک کے بڑے 58 اداروں کے سربراہان کی میرٹس اور شفافیت کے ساتھ تقرری کے لئے تین رکنی اعلیٰ اختیاراتی کمیشن بنانے کا حکم دیا تھا۔ اس کمیشن کی تشکیل کی خبر 12 نومبر 2013ء کو تمام اخبارات میں شائع ہوئی۔ ابھی اُس کمیشن کو چارج لیے 2 مہینے ہی ہوئے تھے کہ وزیراعظم پاکستان نے اُن اداروں میں سے 35 اداروں کے سربراہوں کی تقرری کا اختیار 14جنوری 2014ء کو کمیشن سے واپس لے کر ان اداروں کی ذمہ داریاں اپنے دوستوں، یاروں، نالائق وزیروں اور فیملی کے لوگوں کو دے دیں اور آج انہی قومی اداروں کو جو ملک کا اثاثہ ہیں، بیچا جارہا ہے اور سپریم کورٹ کے آرڈرز کو بھی پاؤں تلے روند دیا گیا ہے۔

کوئی ان سے پوچھنے والا اور ان کی گرفت کرنے والا نہیں، کوئی سوموٹو ایکشن بھی نہیں لیا گیا۔ یہاں توہین عدالت لگنی چاہیے تھی۔ اگر گذشتہ ادوار کے وزراء اعظم کو چیف جسٹس نے بطور وزیراعظم طلب کرکے توہین عدالت پر سزا دی تو موجودہ وزیراعظم کو سپریم کورٹ میں توہین عدالت کے ارتکاب پر طلب کر کے نااہل کیوں نہیں کیا گیا؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک میں سپریم کورٹ کے فیصلوں سمیت آئین کی پاسداری نہ ہو، جہاں ہر شخص مارا جا رہا ہو اور انسان کا خون پانی کی طرح ارزاں ہو۔ صرف غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اور اپنی کرسی پہ براجمان رہنے کے لیے پورا ملک تباہی کے دھانے پہ کھڑا کردیا گیا ہو، وہاں عوام بیچاری کہاں جائے؟

نجکاری اور موجودہ حکمرانوں کا سابقہ طرزِعمل

معاشی طور پر ہم پہلے ہی بہت تباہ ہو چکے ہیں۔ ایک طرف بیرونی دنیا اور اپنے بینکوں سے قرضے لے لے کر حکومت چلا رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے ملکی اثاثوں اور اہم اداروں کی نجکاری کر رہے ہیں۔ نجکاری کے نام پر اس ملک کے کم و بیش تمام بڑے ادارے اور اثاثے clearance sale پر لگا دیئے گئے۔ یہ المیہ پاکستان میں موجودہ حکومت ہی کے گزشتہ ادوار میں بھی ہوا اور اب یہ انہی کے ہاتھوں تیسری بار ہونے کو ہے۔ اس نجکاری کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ا۔ ان حکمرانوں کے ہاتھوں نجکاری کا پہلا دور 1991 سے 1993ء تک کا تھا۔ جس میں ریاست پاکستان کے 40 بڑے اداروں کی نجکاری کی گئی۔ موجودہ حکمرانوں نے یہ ادارے اپنے رشتہ داروں، سیاسی سپورٹرز، اپنے کاروباری شراکت داروں اور اپنے دوستوں یاروں کو بانٹ دیئے۔ جن لوگوں کو یہ ادارے بیچے گئے وہ ان کے مالیاتی معاون بھی تھے، سیاسی مددگار بھی تھے اور کاروباری شراکت دار بھی۔ اس دور میں 40 میں سے 10 ادارے ایسے بھی بیچے گئے جو واضح طور پر نفع میں تھے اور اُن کے بیچنے کا کوئی جواز نہیں تھا مگر صرف اپنی فیملی اور اپنے دوستوں کو نوازنے کے لیے یہ قومی جرم کیا گیا کہ ریاست سے نفع کھینچ کر اپنے خواص کی جھولی میں ڈالا گیا۔

سوداگر لوگ برسراقتدار آتے ہیں تو فوری طور پہ ان کی نگاہ قومی اثاثوں کی خرید و فروخت پر ہوتی ہے۔ یہ حکمران اور سیاست دان بن کر قومی اثاثے بیچتے ہیں اور تاجر اور کاروباری بن کر بلواسطہ طور پر خود ہی خریدتے ہیں۔ ان

کے front man اور ہوتے ہیں۔ اس دور میں جن 40 قومی اداروں کو بیچا گیا ان میں مسلم کمرشل بینک، سیمنٹ فیکٹریز، آئل ریفائنریز، سٹیل انڈسٹریز، کیمیکل پلانٹس وغیرہ شامل تھے۔ مکمل طور پر غیر شفاف اور کرپشن پر مشتمل نجکاری کا یہ پہلا مرحلہ تھا جو موجودہ حکمرانوں نے اپنے پہلے دور حکومت 1991ء تا 1993ء میں مکمل کیا۔

۲۔ نجکاری کا دوسرا مرحلہ 99-1997ء کا ہے جب یہ دوبارہ برسراقتدار آئے۔ اس دوران انہوں نے ایک درجن کے قریب قومی اثاثے اپنے فیملی ممبرز، دوستوں اور سیاسی پارٹنرز کو بیچے۔ ایسی اندھیر نگری دنیا میں کہیں نہیں ہوتی۔

۳۔ نجکاری کا تیسرا دور اب ان کے تیسری مرتبہ حکومت میں آنے کے بعد جاری و ساری ہے۔ اس کا آغاز انہوں نے ستمبر 2013ء میں کردیا ہے۔ اب کی بار ان کی للچائی ہوئی نظریں ملک پاکستان کے بڑے بڑے قومی اثاثوں پر ہیں ان میں درج ذیل ادارے قابل ذکر ہیں:

۱۔ پاکستان سٹیٹ آئل
۲۔ آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کمپنی
۳۔ سوئی ناردرن گیس کمپنی
۴۔ پاکستان ریلوے
۵۔ سول ایوی ایشن اتھارٹی (CAA)
۶۔ پاکستان سٹیٹ لائف
۷۔۔ پاک عرب ریفائنری
۸۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA)
۹۔ نیشنل انشورنش
۱۰۔ پاکستان سٹیل مل
۱۱۔ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن
۱۲۔ کراچی پورٹ ٹرسٹ
۱۳۔ اسلام آباد الیکٹرک
۱۴۔ فیصل آباد الیکٹرک
۱۵۔ لاہور الیکٹرک
۱۶۔ گوجرانوالہ الیکٹرک
۱۷۔ نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ (NIT)
۱۸۔ نیشنل پاور کنسٹرکشن کمپنی
۱۹۔ نیشنل بینک آف پاکستان
۲۰۔ فرسٹ وویمن بینک
۲۱۔ حبیب بینک لمیٹڈ
۲۲۔ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ
۲۳۔ مسلم کمرشل بینک
۲۴۔ پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ

نیز کئی ایسی corporations جو اس وقت بھی نفع دے رہی ہیں اُن نفع حاصل کرنے والے اداروں کو بھی بیچ رہے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے sectors banking، power station، tourism and building construction companies اور electrical & mechanical industry کو بھی بیچ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اس فیز کے بعد پاکستان کی ریاست کے ہاتھ میں کچھ نہیں بچے گا۔

الغرض ملک کے سارے اثاثے اب clearance & closing sale پر ہیں۔ نجکاری کی ساری معلومات اور اس کی جزئیات عوام کو فراہم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری تھی، اگر ان کی نیت میں فتور نہ ہوتا، کرپشن کا منصوبہ نہ ہوتا تو شفاف طریقے سے نجکاری ہوتی۔ یاد رکھیں! نجکاری کا مطلب ویسے تو ملک کو ترقی دینا ہوتا ہے۔ اس میں ان اداروں کو بیچا جاتا ہے جو نقصان میں جا رہے ہوتے ہیں اور حکومت اگر حتی الوسع کاوشوں کے باوجود اس کے خسارے کو پورا نہ کرپائے تو نجکاری کے ذریعے ان اداروں کو نفع بخش بنانا اور اُس کے ورکرز اور عوام کو خوشحال کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہاں نقصان اور خسارے کا باعث اداروں کے بجائے نفع بخش اداروں کو ہی بیچا جا رہا ہے۔

موجودہ نجکاری کمیشن۔۔ ذاتی دوستوں کا ٹولہ

نجکاری کے عمل کو مکمل کرنے کے لئے موجودہ حکمرانوں نے نجکاری کمیشن کا ایک بورڈ بنایا ہے۔ قابل اور اہلیت

والے لوگوں کو یکسر نظر انداز کر کے خاموشی کے ساتھ وزیراعظم نے اپنے دوستوں، یاروں، بزنس پارٹنرز اور مسلم لیگ (ن) کے لوگوں پر مشتمل ایک بورڈ بنا دیا ہے تاکہ خاموشی سے ملکی دولت پر ڈاکہ زنی ہو سکے۔ کوئی نہ جانے، نہ دیکھے اور نہ پوچھے۔

ظلم کی حد یہ ہے کہ نجکاری کمیشن کے چیئرمین سمیت اس کے دیگر تمام پانچ اراکین میں سے ایک بھی نجکاری کے عمل کے لئے پیشہ وارانہ اہلیت و صلاحیت کا حامل نہیں ہے۔ میں یہ واضح کر دوں کہ مجھے ان ممبران نجکاری کمیشن سے ذاتی طور پر نہ کوئی عداوت ہے، نہ دوستی اور نہ دشمنی۔ بھلے آدمی ہوں گے، مجھے اس سے غرض نہیں، اُن کی ذات پر کوئی تنقید نہیں ہے۔ مجھے تو نجکاری کے لئے اختیار کردہ طریقہ پر اعتراض ہے۔ اتنے بڑے کام کے لئے مجھے اُن احباب کی اہلیت پر اعتراض ہے۔ اپنے میدان میں وہ اپنی جگہ جتنے بھی اچھے ہوں مگر ان کا پیشہ وارانہ پس منظر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس کام کے لئے موزوں اور اہل نہیں۔ موجودہ نجکاری کمیشن کے ممبرز میں زبیر عمر (چیئرمین)، فاروق خان، چوہدری عارف سعید، ظفر اقبال سبحانی، ارسلہ خان ہوتی اور نصیرالدین احمد شامل ہیں۔ اگر ان افراد کے پس منظر، تعلیمی کوائف، رشتہ داریوں، دوستیوں کے چارٹ پر ایک نظر ڈالی جائے تو نجکاری کمیشن کی شفافیت اور میرٹ کی اصلیت قوم کے سامنے خود آجاتی ہے۔

اس کمیشن کے چیئرمین زبیر عمر وہی شخصیت ہیں جن کے ایک بھائی اسد عمر اس وقت پاکستان تحریک انصاف کے اہم رہنما ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی طارق عمر کا تعلق پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے اور تیسرے بھائی منیر کمال کو موجودہ حکومت نے نیشنل بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹر کا چیئرمین مقرر کیا ہے تاکہ نجکاری کے عمل کے دوران بینک سے پیسوں کے لین دین میں ان کو کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو اور بات اپنے ہی دوستوں کے درمیان رہے۔ زبیر عمر صاحب خود مسلم لیگ (ن) کی منشور کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں، وزیراعظم کے قریب ترین ساتھی ہیں اور ن لیگ کی کئی اہم مالیاتی کمیٹیوں کی سربراہی بھی ان کے پاس ہے۔ گویا اپنے خاص الخاص، آدمی کو اس بورڈ کا چیئرمین لگایا ہے۔ ہمیں اعتراض نہ ہوتا کہ وہ مسلم لیگ (ن) کے ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ اُن کی 26 سال کی پوری ملازمت (1981 سے 2007ء) ایک ہی کمپنی IBM میں ہے۔ پہلے وہاں پڑھایا اور پھر وہاں نوکری کی ہے۔ جس ملک میں بھی رہے finance, treasury, accounts کے شعبے ہی ان کے پاس رہے۔ دنیا کے کسی اور شعبے، ڈیپارٹمنٹ اور بزنس کا کوئی تجربہ اور ویژن نہیں ہے۔ اب ایک شخص جس نے ساری زندگی IBM کے مالیاتی شعبے میں نوکری کی ہے، وہ اپنے شعبے میں جتنا بھی لائق ہو مگر اُسے PIA، سٹیل، ریلوے، آئل اینڈ گیس انڈسٹری سمیت تمام ملک کے قومی اثاثے بیچنے اور نجکاری کرنے کے اختیارات کے حامل کمیشن کا سربراہ نہیں بنا سکتے۔ اس میدان میں جس شخص کا تجربہ نہیں ہے، اسے صرف اس لیے نوازا جا رہا ہے کہ وہ ان کے خواص میں ہیں اور پارٹی کے اہم عہدیدار ہیں۔

یہی حال دوسرے ممبر فاروق خان کا ہے۔ یہ پنجاب کے ایک بہت بڑے صنعتکار ہیں اور ان کی شوگر ملز ہیں۔ موجودہ وزیراعظم صاحب کے ذاتی دوست ہیں۔۔۔ تیسرے ممبر چوہدری عارف سعید ہیں۔ یہ بھی صنعتکار اور سروس انڈسٹریز کے مالک ہیں۔ یہ پیپلز پارٹی کے رہنما چوہدری احمد مختار صاحب کے بھائی ہیں۔ وہ پیپلز پارٹی میں ہیں، یہ نون لیگ میں ہیں۔ ان بڑے کاروباری لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہر پارٹی میں ایک ایک بھائی چلا جاتا ہے۔ ایک پیپلز پارٹی میں، ایک نون لیگ میں، ایک کسی اور پارٹی میں تاکہ جس کا بھی اقتدار آئے ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں رہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ اس صورت حال میں کیسے شفافیت، امانت داری، میرٹ اور عدل کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔۔۔؟ چوتھے ممبر ظفر اقبال سبحانی ہیں۔ وہ Hub Power کمپنی کے ساتھ associate رہے ہیں۔ اُن کو اس لیے لگایا ہے کہ نجکاری

کے دوران کوٹ ادو پاور کمپنی، اسلام آباد الیکٹرک سٹی سپلائی کمپنی، حیدر آباد الیکٹرک سٹی سپلائی کمپنی، جام شورو پاور جنریشن لمیٹڈ اور نادرن پاور جنریشن بھی بک رہی ہیں۔ ان صاحب کا تعلق چونکہ الیکٹرک سپلائی سے ہے لہذا ان کو ساتھ رکھ لیا، یہ بھی وزیراعظم کے دوست ہیں۔۔۔ پانچویں ممبر ارسلہ خان ہوتی بھی مسلم لیگ (ن) کے عہدیدار ہیں۔ ان کو موجودہ وزیراعظم نے مردان ۲ سے صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا تھا، الیکشن ہار گئے۔ نون لیگ مردان ضلع کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں۔ آپ حیثیت کا اندازہ کرلیں کہ جو صوبائی اسمبلی کا الیکشن ہار گیا اور ضلع کا سیکرٹری جنرل ہے اُسے پورا ملک بیچنے کے بورڈ میں ڈائریکٹر بنا دیا ہے۔ افسوس یہ حکمران کتنے نیچے گر گئے ہیں۔۔۔ اور کیوں نہ گریں، اُن کو پتہ ہے کہ یہ قوم نہیں نکلے گی اس لیے جو کچھ ہوتا ہے کرلو، ان کے کفن بھی چرا لو اور ان کے جسم بھی کاٹ دو۔۔۔ چھٹے ممبر نصیر الدین احمد ہیں اور یہ بھی وزیراعظم صاحب کے ذاتی دوست ہیں۔

یہ نجکاری کمیشن کے چیئرمین سمیت تمام ممبران کا پس منظر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نجکاری کا تجربہ ہی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک شخص بھی اس قابل نہیں کہ وہ پوری دنیا کے خریداروں کے ساتھ بات چیت کر سکے، bargaining کر سکے، قیمتیں طے کر سکے، پاکستانی اثاثہ جات کے تحفظ کے لئے لڑ سکے۔ اپنے لوگوں، قریبی پارٹنر کو محض کرپشن کو چھپانے اور کرنے کے لیے لگایا گیا ہے۔ یہی حال وزارت خزانہ کا ہے کہ یہ وزارت بھی ایک منشی صاحب کے پاس ہے اُنہوں نے کل منشی جمع کر لیے ہیں۔ اسی طرح یہ نجکاری کمیشن بھی منشیوں کا ایک گروپ ہے۔ جس میں chaterd accountant ہیں، accounts تیار کرنا ہوتا ہے، books maintain کرنا ہوتا ہے، charaterd accountant کا کام ہے، یہ پورے پاکستان کے قومی اثاثوں کو بیچنا، کاروبار کرنا، bargaining کرنا، billing کرنا، اس کا حساب کرنا، شفافیت کو یقینی بنانا ان کا موضوع ہی نہیں ہے۔

نجکاری کے بین الاقوامی معیارات

دنیا بھر میں نجکاری ہوتی ہے مگر میرٹ اور شفافیت کو بہر صورت یقینی بنایا جاتا ہے۔ لہذا اگر ان حکمرانوں نے نجکاری کرنی ہے تو اس کے لئے بین الاقوامی معیار کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہم اُس بین الاقوامی شفافیت کے پیمانے پر ہی پاکستان میں صاف و شفاف نجکاری دیکھنا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ بھی آپ کے علم میں لاتا چلوں کہ 1996ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو کے دور میں PTCL کی نجکاری کی گئی اور PTCL کے شیئرز کو فی شیئرز 30 روپے کے حساب سے بیچا گیا۔ اس کام کے لیے انہوں نے Union Bank of Switzerland کی ایک سکیورٹی کمپنی کے ذریعے یہ کام کروایا۔ ابھی یہ مرحلہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ تاجروں اور بیوروکریٹس میں سے پاکستان کے کچھ دردمند محبِّ وطن لوگ درمیان میں آئے اور اُنہوں نے محترمہ کو قائل کیا کہ یہ پاکستان کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے اور ایک بہت بڑا قومی اثاثہ کوڑیوں کے بھاؤ بِک رہا ہے۔ بہر صورت محترمہ قائل ہوئیں اور PTCL کی شفاف نجکاری کو ممکن بنانے کے لئے اُس وقت مسلم کمرشل بینک کے صدر حسین لوائی کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ حسین لوائی نے پہلی مرتبہ یہ سسٹم پاکستان میں متعارف کروایا کہ اُنہوں نے PTCL کی نجکاری میں شفافیت پیدا کرنے کے لیے لندن کی ایک بین الاقوامی فرم کی خدمات حاصل کیں جو کہ شفافیت کے حوالے

سے معروف تھی۔ اس انٹرنیشنل فرم کی زیرنگرانی PTCL کی نجکاری کے لئے پوری دنیا میں تشہیر کی گئی۔ بعدازاں میرٹ پر فیصلہ کیا گیا تو وہ شیئر جو 30 روپے کے حساب سے بِک رہا تھا وہ 56 روپے کا بِکا اور 500 ملین سے لے کر 800 ملین ڈالر تک کا پاکستان کو فائدہ پہنچا۔ اُس ایک شخص نے اتنے بڑے نقصان اور بحران سے پاکستان کو بچایا اور پاکستان کو نفع ملا۔ جونہی 1997ء میں مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ آئی انہوں نے حسین لوائی کو اس دیانتداری پر سزا دی اور اُسے پاکستان سے بھگا دیا گیا کہ پاکستان میں ایسے دیانتدار لوگ نہیں چاہئیں جو کرپشن کو روکیں اور ملک کو فائدہ پہنچائیں بلکہ ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ہماری کرپشن کو ہماری خواہشات کے مطابق تحفظ فراہم کریں۔

آج ایسے دیانتدار اور اہل لوگوں پر مشتمل کمیشن بنانے کے بجائے ایک ایسا بورڈ بنایا گیا ہے جس بورڈ کے ذریعے یہ حکمران اپنی کرپشن کو 100% تحفظ دیں گے۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ قومی اثاثے کسی حکمران یا کسی سیاسی لیڈر کے خاندان کی جائیداد نہیں ہے، یہ کسی کی وراثت نہیں کہ جسے چاہے جس بھاؤ بیچ دے۔ یہ پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام کا ورثہ ہے۔ یہ ریاست پاکستان کی ملکیت ہے، ہماری اگلی نسلوں کی ملکیت ہے۔ بین الاقوامی شفافیت کے معیار کو سامنے رکھا جائے اور جن اداروں کی نجکاری لازمی ہے اُنہیں بین الاقوامی شفافیت کے معیار کے مطابق بیچیں۔

میں آپ کے سامنے چند دیگر ممالک کی مثالیں بیان کرتا ہوں کہ وہ لوگ اپنے قومی اداروں کی نجکاری کے ضمن میں کن کن اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے شفافیت اور میرٹ کو ممکن بناتے ہیں۔

☆ 1980ء میں برطانیہ میں نجکاری ہوئی اور معاشرے کے اچھی شہرت کے حامل لوگوں اور سارے جماعتوں نے مل کر نگرانی کی اور سو فیصد شفافیت کو یقینی بنایا۔ یار دوستوں کو اور اپنے سیاسی ورکروں کو ملا کر برطانیہ نے کمیشن نہیں بنانے دیا اور پھر ان اداروں کے ملازموں کو stake holder بنایا گیا۔ اس عمل میں انہیں دس سال لگے۔

☆ اسی طرح فرانس میں بھی نجکاری ہوئی۔ ساری پارٹیوں کے لیڈر اس کی نگرانی کرنے والے تھے۔ 20 لاکھ ملازموں کو stake holder بنایا گیا۔ ملازمین اور اس پروڈکٹ کو خریدنے والے عام صارفین کی رائے بھی شامل کی گئی اور پھر فیصلے کئے گئے۔

☆ جرمنی میں 1970ء میں نجکاری ہوئی۔ وہاں کے چانسلر اور اچھی شہرت کے حامل افراد نے بطور کمیشن نگرانی کی اور سو فیصد شفافیت کو یقینی بنایا۔ مالکان اور ملازمین دونوں پر مشتمل بورڈ بنایا گیا۔ اسی ماڈل کو بعد میں فرانس اور برطانیہ نے بھی اختیار کیا۔

☆ آسٹریلیا میں بھی 1980ء میں نجکاری ہوئی۔ اُس کی نگرانی کرنے والے وہ لوگ تھے جن کی امانت و دیانت پر قوم فخر کرتی تھی۔ انہوں نے شرط لگا دی کہ سیاستدانوں کو نجکاری کے عمل کے قریب بھی نہیں آنے دیا جائے گا۔ اس لئے کہ سیاست اور تجارت اکٹھی نہیں ہو گی کہ بیچنے والے سیاستدان ہوں اور خریدنے والے بھی یہ خود تاجر بن کر سامنے آجائیں۔ ان لیڈروں نے پورے آسٹریلیا میں اس بات کو یقینی بنایا کہ جو لوگ بیچ رہے ہیں، درپردہ خریدنے والے وہ خود نہ ہوں۔ اگر ایسا کوئی شخص ملا تو اس کو باہر نکال دیا گیا۔

☆ کینیڈا میں بھی 80ء کے زمانے میں نجکاری ہوئی۔ قوم کے اعتماد کے حامل افراد نے شفافیت کو ممکن بنانے کے لئے

نگرانی کی۔ انہوں نے اپنے ویژن اور انتظامی اہلیت کے ذریعے اس پورے عمل کو شفاف بنایا اور شفافیت کا ایک معیار قائم کیا۔

☆ اسی طرح ساؤتھ کوریا، ملائشیا، برازیل اور ارجنٹائن میں بھی نجکاریاں ہوئیں مگر بہر صورت شفافیت کو یقینی بنایا گیا۔

☆ انڈیا میں بھی نجکاری ہوئی تھی اور 50 قومی ادارے بیچے گئے تھے۔ جواہر لال نہرو نے اس کے لئے 1961ء میں کمیشن قائم کیا تھا اور لوگوں کی ملازمتوں اور شفافیت کو یقینی بنایا گیا تھا۔ بعد ازاں 1998ء میں نجکاری کی گئی اور ان اداروں میں موجود 10 لاکھ ملازمین کو stake holder بنایا گیا۔ فیصلہ کرنے کے لیے ملازمین اور انتظامیہ کا مشترکہ بورڈ بنایا گیا جو شفافیت کو یقینی بنائے۔ نیز حکومت و اپوزیشن کی طرف سے کوئی سیاسی دباؤ قبول نہ کیا۔

☆ ٹورانٹو میں گذشتہ ماہ جنوری 2013ء سے ڈیڑھ ہزار کے قریب ایک خاص کمپنی کے ٹیکسی ڈرائیور کو مالکانہ حقوق دیئے جا رہے ہیں۔ پچیس ہزار ڈالر کی ٹیکسی ہوتی ہے اور حقوق مالکانہ ملنے کے بعد وہ ٹیکسی تین لاکھ ڈالر کی ہو جائے گی، ایک سال ہو گیا ہے Toronto کونسل کے لوگ علی الاعلان سماعت کر رہے ہیں۔ چھ چھ سو ٹیکسی ڈرائیور بیٹھتے ہیں، سماعت ہوتی ہے، اپنے اپنے موقف کے حق میں بحث ہوتی ہے۔ صاف و شفاف طریقے سے فیصلہ کر رہے ہیں۔ ایک پیسے کی کرپشن اور حرام خوری کی کسی کو جرات نہیں۔ اس طرح غریب ٹیکسی ڈرائیور کروڑوں کے مالک بن جائیں گے۔ پاکستان میں اگر ایسی نجکاری ہو جائے جس میں ہمارے حکمرانوں کو کمیشن نہ ملے اور غریب کو اتنے پیسے مل جائیں تو ان لیڈروں کو تو ہارٹ اٹیک ہو جائے گا کہ غریبوں کے گھر کروڑوں روپے چلے گئے اور ہمیں حصہ ہی نہیں ملا۔

پاکستان کا اختیار کردہ نجکاری کے لئے موجودہ طرزِ عمل دنیا کے کسی 3rd class ملک کے معیار شفافیت پر بھی پورا نہیں اترتا۔ الیکشن کے بعد تو ایسا لگتا ہے جیسے ان کو سارا ملک بیچ کے خود کھا جانے کا مینڈیٹ مل گیا ہے۔ کہاں گئے سیاسی جماعتوں کے لیڈر۔۔۔؟ پارلیمنٹ کے فلور پہ بحث کیوں نہیں کرتے۔۔۔؟ اُن کی زبانیں کیوں بند ہیں۔۔۔؟ قومی اثاثے بِک رہے ہیں، ملک بِک رہا ہے۔ اگلی نسلوں کا کیا ہوگا۔۔۔؟ یہ کھا پی کے بھاگ جائیں گے۔ مگر ہم انہیں بھاگنے نہیں دیں گے۔ اگر ان سیاسی جماعتوں میں دم خم نہیں تو کوئی پرواہ نہیں، عوامی انقلاب آنے کو ہے۔ ان شاء اللہ عوام پرامن انقلاب لاکر عوامی طاقت سے یہ سارے اثاثے واپس ریاست پاکستان کو دلا دیں گے اور شفاف طریقے سے تمام امور کو سرانجام دیں گے۔

15 نکاتی فارمولا

نجکاری کے عمل میں شفافیت لانے کیلئے 15 نکاتی فارمولا تجویز کر رہا ہوں تاکہ مسئلہ کا حل بھی قوم کے سامنے آسکے۔

1۔ نجکاری میں مہارت رکھنے والی بین الاقوامی شہرت کی حامل امانت، دیانت اور شفافیت کو یقینی بنانے والی کسی فرم کی نگرانی میں نجکاری کے لئے اقدامات کئے جائیں جیسے حسین لوائی نے کیا تھا۔

2۔ نجکاری بورڈ میں شامل تمام ممبرز اور اندرون ملک سے آنے والے تمام خریدار اپنے ذمہ واجب الادا ٹیکس باقاعدگی سے ادا کرتے ہوں۔

3۔ صاف اور شفاف پس منظر اور پیشہ وارانہ امور میں ماہر افراد ہی کو نجکاری بورڈ کا ممبر بنایا جائے۔

4۔ کسی سیاسی جماعت کے کارکنوں کا کمیشن قبول نہیں بلکہ غیر متنازعہ، اچھی شہرت کے حامل سپریم کورٹ، ہائی

کورٹ کے ریٹائرڈ ججز پر مشتمل کمیشن بنایا جائے۔

5۔ نجکاری پر میڈیا پر کھلی بحث ہونی چاہیے۔جس میں نجکاری بورڈ کے لئے مجوزہ ممبرز کے مکمل پس منظر، اُن کی تعلیم، اُن کا تجربہ، اُن کا خاندان، سیاسی تعلق، مہارت، قابلیت سب کچھ قوم کو بتایا جائے کہ کیا یہ اس ذمہ داری کے اہل ہیں یا نہیں؟

6۔ جس ادارے کو خریدنے کی جسے دلچسپی ہے وہ اپنی بولی بھی خفیہ طریقہ سے نہیں دے گا بلکہ TV چینلز کے ذریعے اس کی بولی عوام کے سامنے آئے تاکہ شفافیت کو یقینی بنایا جاسکے۔ بند کمرے میں خفیہ تجارت نہیں ہوگی۔ منشاء گروپ اور اس جیسے دیگر افراد اور گروپ جن کے پردے کے پیچھے خریدنے والے خود حکمران ہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ خریدار اپنے نام، اپنی کمپنیوں کا نام، اپنے خاندان کا نام، اپنے تمام اثاثے، آمدن، بزنس، پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر سب کچھ بیان کریں گے۔ وہ بتائیں گے کہ اُن کے اثاثے کیا ہیں؟ کیا وہ کوئی ادارہ خرید کر سو فیصد ادائیگی کریں گے؟ یا پاکستانی بینک ہی اُن کو قرض دیں گے اور ملک کے بینکوں سے لئے گئے قرضے سے ہی پاکستانی ادارہ خرید کر اپنی جیب میں ڈال لیں گے۔ ہمارے ہی اثاثے، ہمارے ہی پیسے اور منافع خریدار کا، ایسا نہ ہو۔

7۔ کسی ادارہ کو خریدنے میں دلچسپی رکھنے والا اپنا کم سے کم 10 سال کا ریکارڈ دے گا کہ وہ یہ کاروبار یا اسی طرح کے کاروبار کو چلا رہا ہے یعنی انہیں اس کام میں مہارت ہو، ایسا نہ ہو کہ شعبے کا بیڑا غرق ہو جائے اور پیسے نکال کے وہ ملک سے باہر لے جائیں۔

قدوۃ الاولیاءؒ سیمینار

تحریک منہاج القرآن اور بزم قادریہ کے زیراہتمام 21 جنوری 2014ء کو ''تعلیمات سیدنا طاہر علاؤ الدین اور دہشت گردی کا خاتمہ'' کے عنوان سے ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم پیر سید محمد سرفراز دربار عالیہ قادر بخش کمالیہ، امیر تحریک منہاج القرآن محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی، مشائخ و علماء، مرکزی قائدین تحریک، محترم جی ایم ملک، محترم رانا فیاض احمد خان، محترم شہزاد رسول، عہدیداران بزم قادریہ اور تحریک منہاج القرآن کے کارکنان اور عقیدت مندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا: شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی رحمہ اللہ علیہ دنیائے ولایت کے اس آفتاب درخشاں کا نام ہے جس کی تاب دار کرنوں کے فیض سے تحریک منہاج القرآن کا آغاز ہوا اور اس مشن کو وہ تحرک ملا کہ آنے والا ہر لحہ اس تحریک کی مقبولیت اور وسعت کا پیغامبر بن گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری جیسی نابغہ روزگار شخصیت انکی علمی، فکری، تحریکی اور انقلابی سوچ کی وارث ہے۔ اسلام کا تنگ نظری، انتہا پسندی، دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں یہ تو دین امن و سلامتی ہے۔ قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی رحمہ اللہ علیہ و دیگر صوفیاء کی تعلیمات معاشرے میں قیام امن کیلئے عملی رہنمائی دیتی ہیں۔ سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی رحمہ اللہ علیہ کی تعلیمات معاشرے میں پائی جانیوالی انتہا پسندی اور دہشت گردی جیسے زہر کیلئے تریاق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اُنکی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم معاشرے کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

8۔ خریداری میں دلچسپی رکھنے والے کے پچھلے 10 سال کے ٹیکس ادائیگی کے ریکارڈ کو دیکھا جائے کہ کہیں وہ ٹیکس چور تو نہیں ہے۔

9۔ اسی طرح چیک کیا جائے کہ وہ ملکی قرضے کا نادہندہ/ ڈیفالٹر تو نہیں ہے۔ نیز کیا اُن کے خلاف فراڈ کا کوئی کیس کسی عدالت میں تو نہیں چل رہا۔

10۔ ان سوالات کے جوابات کے لیے یہ لوگ عوام کے سامنے بذریعہ میڈیا پیش کئے جائیں۔ اس لئے کہ قوم کو پتہ چلے کہ ان کے ادارے خریدنے والے کون ہیں؟ یہ ملکی وقومی اثاثے وزیراعظم کی ذاتی جاگیر نہیں ہے کہ رات کے اندھیرے میں الٹے تلّلے کریں جس کو چاہیں بیچ دیں اور اپنے ہی نام سے اوروں کے ذریعے خرید لیں۔ نہیں، یہ قوم کی ملکیت ہے، قوم کو اس جانچ پڑتال کا حق ملنا چاہیے۔

11۔ خریدار کا ریکارڈ دیکھا جائے کہ یہ امانت و دیانت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔ ان کی اپنی فرم اور انڈسٹری میں ان کے ریکارڈ کی تصدیق کی جائے کہ وہاں گھپلہ اور کرپشن تو نہیں۔ عوام کو حقوق دیتے ہیں، مزدوروں کو حقوق دیتے ہیں، ملازمین کی ملازمت کو تحفظ دیں گے یا نہیں۔

12۔ ملازمین کو stake holder تسلیم کیا جائے اور ان کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔

13۔ کسی بھی ادارے کو خریدنے میں دلچسپی رکھنے والے جملہ خریداروں کی بولیوں کا میڈیا پر موازنہ کروایا جائے اور پھر جو ملک وقوم کے مفاد میں ہو اسے مکمل جانچ پڑتال کے بعد قبول کیا جائے۔

14۔ اس پورے مرحلہ کے لیے قانونی ڈھانچہ ہونا چاہیے۔ متعلقہ فرد/ پارٹی سے معاملات طے پاجانے کے بعد تمام اصول وضوابط کو پارلیمنٹ کی قرارداد کے ذریعے تحفظ دیا جائے۔ ہمارے ہاں تو بدقسمتی سے اتنے بڑے اقدامات کے لئے پارلیمنٹ کا قانون بھی نہیں بنایا گیا۔ گھر میں بیٹھ کر بس چار آدمیوں نے پورے ملک کو بیچنے کا فیصلہ کر دیا۔ ممبران پارلیمنٹ کیوں خاموش ہیں۔۔۔؟ لہذا نجکاری کے لئے act of parliament ہونا چاہیے۔ ایک ایک باریک شق پارلیمنٹ میں پاس ہونی چاہیے۔

15۔ اگر خریدار خریداری کے معاہدہ کو پورا نہ کرے، سو فیصد پیسے ادا نہ کرے یا کوئی اور خلاف ورزی کرے تو اس سے معاہدہ ختم کیا جاسکے۔

میں نے یہ 15 نکاتی فارمولا نجکاری کے عمل کو 100 فیصد شفاف بنانے کے لیے دے دیا۔ اب یہ میڈیا، سیاسی جماعتوں اور پارلیمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ اس موضوع کو اجاگر کریں۔ قوم میں اس حوالے سے شعور بیدار کریں۔ اپنے ملک اور قوم کے اثاثے جس پر ڈاکہ زنی ہونے جارہی ہے اُس کو روکا جائے۔ یہ ہماری نسلوں کا حق ہے، اٹھارہ کروڑ کا حق ہے۔

خریدار ہوشیار!

ان حقائق کو منظر عام پر لانے اور قوم اور مقتدر حلقوں تک اس حقیقت کو پہنچانے کا میرا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ سارے اثاثے ان حکمرانوں کے خاندان کی جائیداد نہیں ہیں بلکہ اس کے مالک اٹھارہ کروڑ عوام ہیں جن کا حال یہ ہے

کہ وہ بھوکے مر رہے ہیں۔ افسوس کہ اس کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ قوم کب تک سوتی رہے گی؟ قوم انقلاب کے لیے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اس وقت کرے گی جب کچھ نہیں بچے گا اور سب کچھ لُٹ جائے گا۔ قومی اداروں کو بھی مخاطب ہوں کہ وہ کب تک سوتے رہیں گے؟ ملک ہے تو ہم بھی ہیں تم بھی ہو۔ اگر ملک نہیں بچا تو کچھ نہیں بچے گا۔ موجودہ حکمرانوں نے تو چند لوگوں کے ہاتھوں پورا ملک بیچنے اور خود ہی خریدنے پر لگا دیا ہے۔

میں موجودہ حکمرانوں اور ان اثاثہ جات کے خریدنے والوں کو آگاہ کر رہا ہوں کہ یہ قوم کا اثاثہ ہے اور اٹھارہ کروڑ عوام اس کے مالک ہیں۔ ہم اس میں لوٹ مار نہیں ہونے دیں گے۔ اگر شفاف طریقے سے بین الاقوامی معیارات اور درج بالا اصولوں کے مطابق کامل دیانتداری کے ساتھ نجکاری نہ ہوئی تو عنقریب عوامی انقلاب آ رہا ہے۔ ہم عوام کی طاقت لے کر پرامن طریقے سے اس فراڈ، بددیانت، کرپشن پر مبنی نجکاری کو cancle کر دیں گے۔ عوامی انقلاب کے بعد اس کو منسوخ کر کے ان اثاثوں/ اداروں کو دوبارہ قومی تحویل میں لے لیں گے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو بین الاقوامی شفافیت کے پیمانے کے مطابق اُس کی نجکاری کرائیں گے۔ لہذا بیچنے والے اور خریدنے والے خبردار رہیں۔

نجکاری کب ناگزیر ہوتی ہے؟

میں بنیادی طور پر نجکاری کے تصور کے خلاف نہیں ہوں، میرا مقصد و مدعا نجکاری میں شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔ شفافیت میں یہ بھی شامل ہے کہ پہلے بین الاقوامی شفافیت کی ماہر فرم ان متعلقہ اداروں کا حساب کتاب اور ریکارڈ دیکھ کر فیصلہ کرے کہ کون کون سے ادارے ریاست کو حقیقی معنوں میں منافع دے رہے ہیں اور کون سے ادارے خسارے میں ہیں؟ کیا ان خسارے والے اداروں کی نجکاری کی ضرورت ہے یا نہیں؟

نجکاری سے پہلے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کرپشن کو ختم کر کے، مینجمنٹ کو صاف شفاف بنا کر اور اُس کے انتظامات کو بہتر بنا کر اس نقصان میں جانے والے ادارے کو قابل منافع بنایا جائے۔ جب منافع کے حصول کے تمام امکانات ادارے سے ختم ہو جائیں، سو فیصد شفافیت، دیانتداری لا کر بھی کسی ادارے کو ریاست کی ملکیت میں قابل منافع نہ بنایا جاسکے تو اُس کو نجکاری کے لئے پیش کرتے ہیں۔

افسوس! یہاں تو یہ بھی کسی کو نہیں پتہ کہ کون سے ادارے نفع میں جا رہے ہیں اور کون سے نہیں۔ ان حکمرانوں نے تو ان اداروں کو اپنی ملکیت میں لانے کے لئے یہی کہنا ہے کہ یہ ادارے نقصان میں ہیں لیکن جونہی نجکاری کے پردے میں ان اداروں کو یہ خود حاصل کرتے ہیں تو یہ ادارے نفع بخش ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ ادارے حقیقی معنوں میں خسارے میں تھے ہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنی ملکیت میں لینے کے لئے ان کو نقصان و خسارہ میں ظاہر کیا تھا۔ اس سقم اور نقص کو دور کرنے کے لئے دنیا کے کئی ممالک غیر جانبدار فرم کو نجکاری کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔

چونکہ یہ حکومت اور سیاسی لیڈرز کرپٹ ہیں اور یہاں تجارت اور سیاست جمع ہے۔ یہ جو بھی اقدام کرتے ہیں نجکاری کا یا کسی بھی قسم کے لین دین کا یا کسی بھی ملک کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں تو اُس میں ان کی شراکت، حصہ اور کمیشن ہوتا ہے۔ یہ شفاف لین دین کرتے ہی نہیں ہیں۔ ان کے ہاں امانت و دیانت حرام ہے۔ لہذا میں تو ان حکمرانوں کو یہ حق ہی نہیں دیتا کہ یہ فیصلہ کریں کہ کون کون سے ادارے نجکاری کے قابل ہیں۔ اس کے لیے دیانتدار، ایماندار، غیر

جانبدار، غیر سیاسی کمیشن ہو جو جائزہ لے اور فیصلہ کرے کہ یہ یہ ادارے اس حد تک نقصان میں ہیں کہ سوائے نجکاری کے کوئی اور علاج نہیں رہا نیز یہ ادارے وہ ہیں کہ جن کی انتظامیہ تبدیل کرنے اور انتظامی اقدامات کے ذریعے نقصان کو روکا جا سکتا ہے۔ مگر یہ فیصلہ وہ کمیشن کر سکتا ہے جو غیر سیاسی ہو، جس کا اپنا ذاتی مفاد اور کاروبار اس نجکاری سے وابستہ نہ ہو۔

افسوس کہ کچھ ایسے ادارے بھی بیچے جا رہے ہیں جو فائدے میں ہیں۔ جو ادارہ نفع میں جانے والا ہو اُس کو تو کبھی دنیا کی کوئی ریاست بیچنے کا نام نہیں لیتی۔ اس لئے کہ وہ کما کر حکومت و ریاست کو دے رہا ہے۔ یہاں ظلم کی حد ہے کہ وہ ادارے بھی بیچے جا رہے ہیں جو اربوں کما کر دے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں جن خسارے والے اداروں کی نجکاری کی جا رہی ہے ان پر میرا سوال یہ ہے کہ کیا اُس کے خسارے کے اسباب معلوم کر لیے گئے۔۔۔؟ غیر جانبدار، دیانتدار، ماہر، تجربہ کار لوگوں پر مشتمل کمیٹی نے پہلے اُس کے خسارے کے اسباب کا تجزیہ کر دیا ہے۔۔۔؟ افسوس کہ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا۔

یہ نہیں کہ جو سیاسی لیڈر آئے اور وہ خود تاجر بھی ہو اور اُس کے ساتھی تاجر ہوں، خاندان تاجر ہوں اور اپنا نیا بزنس ایونیو کھولنے کے لیے اُس خسارے کو ختم کرنے کی کوشش ہی نہ کریں اور براہ راست نجکاری کر دیں، اس لیے کہ خود خریدنا ہے۔ ایسا ظلم دنیا کی کسی ریاست میں نہیں ہوتا۔

پہلے کمیٹی تعین کرے کہ خسارے کے اسباب کیا ہیں؟ جب اسباب کا تعین ہو جائے پھر اگلا مرحلہ ہوتا ہے کہ اُن کے ازالے کی کاوشیں ہوئی ہیں یا نہیں؟ ان حکمرانوں نے تو اقتدار میں آنے کے بعد اُن اسباب کو ختم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ فوراً نجکاری کا فیصلہ کر لیا۔ ایک زمانہ میں PIA کما کے دیتا رہا ہے، دنیا کی بہترین airlines میں سے تھا۔ یہ کمانے والا ادارہ تھا یہ کیوں خسارے میں گیا ہے۔۔۔؟ اُن اسباب کا خاتمہ کریں۔ جب سارے اسباب کا خاتمہ کرنے کی ہر ممکن کوشش ہو چکے اور پھر بھی وہ ادارہ خسارے سے نہ نکلے اور کمیٹی یہ کہہ دے کہ نجکاری کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں پھر آپ اُس کی نجکاری کی طرف جاتے ہیں۔ یہ دونوں کام نہیں ہوئے، براہ راست نجکاری اور نجکاری برائے حرام خوری۔

پاکستان کی سیاسی قیادت کو قیادت کہنا ہی ناجائز ہے۔ ان حکمرانوں کا ایجنڈا صرف کرپشن، کمیشن، اور لوٹ مار ہے۔ پاکستان کی سلامتی، آزادی، اقتصادی ترقی اور پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے ساتھ انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ سو یہ سب کچھ اپنے ذاتی اور وسیع تر مفاد کے لیے کرتے ہیں۔

ملکی سالمیت یا ذاتی مفادات کا تحفظ

معدنیات سے لبریز زمین بلوچستان کے وسائل کو اونے پونے داموں بیچا جا رہا ہے۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان کی اہم جگہیں ایکڑوں کے حساب سے خلیجی شہزادوں کو گالف کھیلنے اور بطور شکارگاہ دی جا رہی ہیں۔ شمسی ایئر بیس تک اوروں کے سپرد کر دیئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن ممالک کو یہ اس طرح کے فوائد پہنچاتے ہیں اُن ملکوں میں ان کی جائیدادیں، محلات، بہت بڑے بزنس پلازے، shopping centers اور business empires ہیں، یہ ذاتی مفادات ہیں جو پاکستان کے حصے بیچ کر اُس کے عوض اپنے خاندان کے لیے اُن سے وصول کرتے ہیں۔ یہ پاکستان کے ساتھ یہ سلوک کیوں نہ کریں، انہوں نے اس کے بدلے میں اپنی رہائش گاہیں، محلات، نوکریاں، بزنس اور مفادات لینے ہیں۔ یہ

پاکستان کی سلامتی کا تحفظ اس لیے نہیں کر سکتے کہ جو آدمی خود کرپٹ ہو وہ دوسرے کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ اپنے مستقبل، business empire اور مالی مفادات کو تحفظ دینے کے لیے پورے پاکستان کے مفادات کا ستیاناس کرتے ہیں۔ یہ ملک شکارگاہ بنتا رہے گا، اس ملک کی سرزمین شکارگاہیں بنتی رہیں گی جب تک ان شکاریوں سے اس ملک کے اٹھارہ کروڑ عوام کو نجات نہیں مل جاتی۔ یہ حکمران اس ملک اور عوام کے شکاری ہیں۔

قدرتی وسائل سے بھرپور سرزمین کی بدقسمتی

پاکستان میں معدنی وسائل بے پناہ ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ صرف معدنی ذخائر کے اعتبار سے پاکستان دنیا کے نویں درجے پر آتا ہے۔ اس سرزمین میں اللہ نے بے حد خزانہ رکھا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں آپ کو دیتا ہوں:

☆ تھرکول کے ذخائر سے ایک لاکھ میگاواٹ تک اگر ایک سو سال بھی مسلسل توانائی لی جائے، تب بھی تھرکول کے ذخائر کا صرف چوتھا حصہ استعمال ہوگا۔ یعنی صرف تھرکول کے ذخائر ہماری صدیوں تک توانائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اسی طرح بلوچستان کی سرزمین کا معدنی ذخائر کے ساتھ سینہ بھرا پڑا ہے مگر بدقسمتی کہ کرپشن اس ملک کو کھا گئی۔ ملک کو مہیا کرنے کے بجائے ان کی نظر اپنی جیبیں، خاندانوں کی جیبیں، نسلوں کی جیبیں بھرنے پر ہے اس لیے ملک میں غربت ہے اور عوام بھوک سے مر رہے ہیں۔

☆ بلوچستان پاکستان کے کل رقبے کا 44% ہے، رقبہ کے اعتبار سے سب سے بڑا اور آبادی میں سب سے چھوٹا صوبہ ہے۔ معدنی ذخائر کے اعتبار سے دنیا کے بڑے قیمتی اور نایاب ترین خطوں میں سے ایک ہے۔ صرف بلوچستان کے ذخائر کو دیانتداری کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے تو پاکستان کے سارے معاشی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ سرزمین بلوچستان میں سونا، تانبا، کرومائیٹ، معدنی تیل، قدرتی گیس، لوہا، زنک، جپسم اور کوئلے کے علاوہ کثیر تعداد میں قیمتی معدنیات ہیں۔

☆ بلوچستان کی سمندری تجارت اربوں روپے دے سکتی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں جن کمپنیوں کے ساتھ معدنیات نکالنے کی بات ہوتی ہے تو سب سے پہلے کمیشن کی بات ہوتی ہے کہ ہمیں ذاتی حیثیت میں اس ٹھیکے سے کتنا حصہ ملے گا۔

☆ اسی طرح مکران اور گوادر کی جغرافیائی صورت حال پاکستان کی ٹریڈ اور معیشت کو بے پناہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

☆ سرزمین بلوچستان ریکوڈک، سینڈک، پلاٹینیم، یورینیم، گیس، تیل اور سونے کے کھربوں ڈالر کی مالیت کے ذخائر سے معمور ہے۔

مگر ان تمام قدرتی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک سیاسی ویژن کی ضرورت ہے۔ ایک دیانتدار قیادت کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں تنہا بلوچستان اٹھارہ کروڑ عوام کی غربت کا ازالہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اگر یہاں دہشتگردی ختم کر دی جائے اور لوٹ مار ختم کر دی جائے۔ ان لیڈروں کی آنکھیں شکاریوں کی طرح ایک ایک چیز سے کمیشن لینے، کرپشن کے حصے لینے پہ لگی ہوئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے حصے ملیں تو پھر ہم ان معدنیات کو نکالنے کے لیے ٹھیکہ دیں۔ اگر ہمیں ہمارا حصہ نہیں ملتا تو قوم جائے جہنم میں، سو سال اسی طرح یہ ذخائر پڑے رہیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔

اب یہ بلوچستان میں موجود ریکوڈک کے ذخائر کے سودے بھی کر رہے ہیں۔ ایسا کرنا پوری پاکستانی معیشت کا سودا ہوگا۔ پاکستان کی معیشت کی شہ رگ کاٹی جائیگی۔ اس سلسلے میں نیویارک اور واشنگٹن ڈی سی میں موجودہ حکمرانوں کی

میٹنگز دنیا کی 8 کمپنیوں کے ساتھ شروع ہوچکی ہیں اور 10 ارب ڈالر advance میں معاہدہ کرنے کے لیے رشوت مانگی جارہی ہے۔ اُس کمپنی سے بات ہوگی جو 10 ارب ڈالر advance دے گا۔ اس کے بعد بین الاقوامی دھوکے کے ٹینڈر ہوں گے اور نام نہاد مرضی کی قیمت ظاہر کرکے یہ عظیم ذخیرہ بیچ دیا جائے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر دو سال کی بنیاد پر بلوچستان پر محنت کی جائے۔ وفاقی حکومت ملکی وقومی مفاد کے لئے دلچسپی لے۔ کچھ وزارتوں اور وزراء کو صرف بلوچستان سپرد کردیا جائے کہ وہ پائلیٹ پروجیکٹ کے طور پہ وہاں بیٹھیں، بلوچ قوم کے اعتماد کو بحال کریں۔ وہاں دہشتگردی کا خاتمہ کریں، وہاں ترقی، امن، استحکام اور معاشی خوشحالی لائیں تو وہاں موجود ذخائر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو سال میں پاکستان کی تقدیر بدلی جاسکتی ہے۔

مگر افسوس کہ ان کی دلچسپی سیاست اور تجارت سے ہے، ان کی کوئی دلچسپی ریاست سے نہیں ہے۔ میں نے قوم کو نعرہ دیا تھا ’’سیاست نہیں، ریاست بچاؤ‘‘ اس نعرہ کے پیچھے یہی سوچ کارفرما تھی کہ یہ لوگ اپنی سیاست بچانے کی فکر کرتے ہیں، ریاست بچانے کی کبھی فکر ان کے ذہن میں نہیں ہوتی۔

جن دو پارٹیوں نے اقتدار کے لئے باریاں لگا رکھی ہیں ان جانے والوں اور آنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ موجودہ حکمرانوں کی انتخابی مہم کی تقریریں نکال کے دیکھیں جو نام لے کر کہتے تھے کہ ان کو سڑکوں پر گھسیٹیں گے اور پائی پائی ان کی سوئٹزر لینڈ کے بینکوں سے نکلوائیں گے۔ آج ان کو اقتدار پر آئے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے، اس کے لئے انہوں نے کیا کیا؟ یہ کچھ نہیں کریں گے اس لئے کہ سوئٹزر لینڈ کے بینک دونوں گھروں کے پیسوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں 13 بینک ہیں جن میں ایک سو ارب ڈالر سے زیادہ ان کرپٹ سیاسی لیڈرز کے پیسے پڑے ہیں۔ پاکستان کے ان کرپٹ سیاسی لیڈرز کی کرپشن، لوٹ مار کے پیسوں کو تحفظ دینے والوں اور انہیں اس حوالے سے ماہر بنانے والوں میں ان بینکوں کے آفیسرز بھی شامل ہیں۔ یہ سارے وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ ہمارے حکمرانوں کی ذاتی دوستیاں اور گہرے تعلقات ہیں۔ پھر ان دو جماعتوں کے ہی نہیں، سوئس بنکوں کے آفیسرز بعض مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کے بھی ذاتی دوست ہیں جو بشکل مذہب مولانا ہیں، ان کی ساری رقوم وہاں پڑی ہیں۔ میں کہتا ہوں جس شخص کے پیسے سوئس بینکوں میں ہیں وہ کرپٹ اور حرام خور ہے۔ اس لئے کہ یہی بینکس پوری دنیا کی کرپشن کو تحفظ دیتے ہیں۔ سوئس بینکوں کے آفیسرز کے ساتھ ان کی ذاتی دوستیاں اور تعلقات کرپشن کو چھپانے اور لوٹ مار کی دولت کو تحفظ دینے کی بناء پر قائم ہیں۔

ان حکمرانوں کی پوری دنیا میں بے شمار ممالک کے ساتھ شراکت داری ہے۔ مختلف ناموں کے ساتھ پوری دنیا میں کاروبار کرتے ہیں۔ ان کا مقصد اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر مشرق ومغرب کے آخری کناروں تک اپنے کاروبار کو پھیلانا ہے۔

90ء کی دہائی میں ایک دفعہ میں نیوزی لینڈ گیا۔ Lord Mayor of Auckland نے میرے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ اس تقریب میں نیوزی لینڈ کے سابق وزیراعظم David Lange (اب فوت ہو گئے ہیں) بھی موجود تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ہماری نیوزی لینڈ کی ریاستی ملکیت میں موجود سٹیل مل کے 49% کے مالک آپ کے ملک کے حکمران ہیں۔ اندازہ لگائیں کہ جو لوگ ریاستی سٹیل مل کے نصف کے مالک ہوں، بتایئے دنیا کا کون سا کنارہ انہوں نے چھوڑا ہوگا جہاں انہوں نے کرپشن کے ذریعے اپنے کاروبار کو پھیلایا نہ ہوگا۔ یہی تو سیاست اور اقتدار کے ذریعے یہ لوگ کرتے ہیں۔

دو سال قبل میں آسٹریلیا کے دورے پر تھا، یہاں سابق وزیراعظم آسٹریلیا Bob Hawke سے میری ملاقات

ہوئی۔ یہ مسلسل 3 دورانیہ تک وزیراعظم رہے ہیں۔ وہ مجھے ملنے کے لیے آئے اور کہنے لگے کہ میں وزیراعظم آسٹریلیا کی حیثیت سے ایک بار پاکستان گیا تھا اور کروڑوں ڈالر کی سرمایہ کاری کے پلان پر بات کرنا چاہتا تھا مگر اُس وقت کے آپ کے حکمران نے مجھ سے 30% ہر ایک معاہدہ پر کمیشن مانگا۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور وہاں سرمایہ کاری کا منصوبہ شروع نہ ہوسکا۔ انہوں نے کہا پاکستان میں بڑے وسائل اور بڑی صلاحیت ہے مگر اس کو کرپٹ حکمران کھا گئے ہیں۔

فرسودہ سیاسی نظام سے توقع عبث ہے

اس وقت ملک میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اٹھارہ کروڑ مظلوم و مجبور عوام کی شکل میں ہے اور دوسرا گروہ چند سو گھرانے ہیں جو انتخابات کے جھرلو کے ذریعے منتخب ہونے کا skill اور فن جانتے ہیں اور دھن، دھونس اور دھاندلی کے ذریعے جیت کر اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں۔ حرام کے کروڑوں اربوں روپے پانچ چار سال میں کماتے ہیں، اُس کا ایک حصہ اگلے الیکشن پہ لگاتے ہیں، تھانے خریدتے ہیں، برادریاں خریدتے ہیں، غنڈہ گردی، دہشتگردی کرتے ہیں شرافت کو پامال کرتے ہیں اور DC سے لے کر SHO، پٹواری، DSP تک سب اپنی مرضی سے لگواتے ہیں۔ موجودہ فرسودہ انتخابی نظام کے ذریعے یہ ہمیشہ جیت کر آئیں گے اور سو سال بھی یہی جیت کر آئیں گے۔ کسی غریب اور سفید پوش کا بچہ خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو اگر اس کے پاس دس بیس کروڑ روپے حرام کے نہیں، لٹیروں کے ساتھ گٹھ جوڑ نہیں تو وہ اگلے سو سال میں بھی MNA منتخب نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں انہیں ایک فیصلہ کرنا ہوگا۔ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔۔ سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا۔ یا لٹیروں کے نظام کا حصہ رہیں یا اُنہیں لات مار کر عوام کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ تبدیلی کے علمبردار اگر ہر روز یہ کہتے ہیں کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے اور جو کچھ ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا تھا سچ کہا تھا تو پھر اس دھاندلی کے نتیجے میں بننے والی اسمبلی میں وہ بیٹھے کیوں ہیں۔۔۔؟ انہیں چاہئے کہ اگر وہ حقیقی تبدیلی چاہتے ہیں تو پھر اس تمام نظام کو ٹھکرا دیں۔ یاد رکھیں! اس نظام نے انہیں بھی کچھ نہیں دینا اور یہ بھی بالآخر مایوس ہوں گے۔ شکاری اسی طرح لوٹتے رہیں گے اور عوام شکار ہوتی رہے گی۔

مسائل کا حل صرف انقلاب میں ہے

صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب ہم صرف احتجاج نہیں کریں گے بلکہ انقلاب لائیں گے اور ہم پرامن عوامی انقلاب کے ذریعے ان شاء اللہ ملک سے لوٹ مار کا سارا راج ختم کریں گے اور ان سے قبضہ چھین کر پرامن طریقے سے عوام کو منتقل کریں گے اور یہ وقت اب قریب آ رہا ہے۔ میں دوٹوک انداز میں بتا رہا ہوں کہ یہ حکمران اپنے ان اعمال اور کرتوتوں کی وجہ سے انقلاب کے دن کو قریب لا رہے ہیں۔ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے لیڈر اس اندھیر نگری، لوٹ مار، دھاندلی، کرپشن پر کیوں خاموش ہیں۔۔۔؟ کرپشن کے خاتمے کی بات کرنے والوں کو کیا یہ سب کچھ نظر نہیں آ رہا جو میں بتا رہا ہوں؟ ان حکمرانوں کے عزائم اقتدار پر بیٹھتے ہی امن کی بحالی، غربت و بیروزگاری کا خاتمہ، مہنگائی پر کنٹرول اور ملک کی معاشی ترقی ہرگز نہ تھا۔ ان کا ایجنڈا صرف اپنی business empire کو پوری دنیا میں مضبوط کرنا، لوٹ مار کرنا اور اگلے سو سال تک اپنی نسلوں کو مالی طور پر مضبوط کرنا ہے یعنی لوٹ مار اور صرف لوٹ مار۔

ان حالات میں قوم مجبوریوں اور ضروریات زندگی کے نہ ہونے کی بناء پر گھر میں نہ مرے بلکہ ان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے لیے باہر نکلے جنہوں نے انہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔ ایک کروڑ نمازیوں کی جماعت انقلاب کے لئے اذان ''لانگ مارچ'' کی صورت میں دی جاچکی ہے اب جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔عوام کو اس جماعت کے ساتھ قیام کرنا ہوگا۔ وہ وقت دور نہیں جب میں کال دینے والا ہوں۔ غیر مسلح ہوکر اپنے جذبے کی قوت کے ساتھ، امن کی قوت کے ساتھ، ریاست کی محبت کی قوت کے ساتھ، کرپشن، لوٹ مار کے خلاف ایمانی قوت سے لبریز ہوکر، لوگوں کے روزگار کے لیے، عدل و انصاف کی بحالی کے لیے، شفافیت کے لیے باہر نکلیں۔ گھروں میں بیٹھے رہیں گے تو مرتے رہیں گے، ملک لٹ جائے گا اور یہ حکمران ملک بیچ کر کوڑی کوڑی کھا جائیں گے اور اگلی نسلوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ دہشتگردی کو بڑھا کر یہ پاکستان کی نیوکلیئر حیثیت کو برباد کر دیں گے۔ یہ لائے ہی اس لیے گئے ہیں کہ پاکستان کی سلمیت ان کے ہاتھوں بک جائے۔ ان کی غرض صرف پیسہ کمانے سے ہے۔ لہذا ایک پر امن انقلاب کے لیے، سبز انقلاب کے لیے، کرپشن کے خلاف، حقیقی جمہوریت کے لیے، اس ملک کو خلافت راشدہ کا نمونہ بنانے کے لیے قوم کو نکلنا ہوگا۔ میں ان شاء اللہ اُن کے ساتھ ہوں گا۔ یہ ہی حل ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

؎ عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں　　　　تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں

❁❁❁❁❁

حاجی عبدالرزاق یعقوب (بانی چیئرمین ARY گروپ) کی رحلت

شیخ الاسلام اور دنیا بھر میں موجود منہاج القرآن کی تنظیمات و کارکنان کا اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ ARY گروپ کے بانی چیئرمین محترم حاجی عبدالرزاق یعقوب طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم حاجی صاحب کے انتقال پر ان کے پسماندگان اور اعزاء و اقارب سے اظہار تعزیت کیا اور محترم حاجی صاحب کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حاجی عبدالرزاق یعقوب بڑے مخلص، دردمند مسلمان، سچے عاشق رسول اور عوامی فلاح و بہبود کا بیڑا اٹھانے والے انسان تھے، جنہوں نے عمر بھر کرپشن کے خلاف جنگ کی اور میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے شفافیت کی بنیاد رکھی۔ میں ان کی بخشش و مغفرت اور بلندی درجات کی اللہ رب العزت کے حضور دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور حضور ﷺ کی شفاعت سے نوازے اور ان کی عمر بھر کی کاوشیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے محترم حاجی عبدالرزاق یعقوب (مرحوم) کی رہائش گاہ پر ان کے بھائی اور بھتیجے سے تعزیت کرتے ہوئے محترم حاجی صاحب کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے تقریباً ایک سو ممالک میں موجود مراکز، تنظیمات اور کارکنان نے بھی محترم حاجی صاحب کی بخشش و مغفرت کے لئے شیخ الاسلام کی ہدایات پر قرآن خوانی کے اجتماعات اور دعائے مغفرت کی تقاریب کا اہتمام کیا اور حاجی صاحب مرحوم کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

بانگ اسرافیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں
روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد

زیرِ نظر تحریر علامہ اقبال کے شعری مجموعے ''ارمغان حجاز'' میں شامل نظم بعنوان ''عالمِ برزخ'' کی نثر ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبال نے قبر، مردے اور غیبی آواز کے درمیان ایک تمثیلی مکالمہ بیان فرمایا ہے۔ اس مکالمہ کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ زندگی میں غلامی کی لعنت میں گرفتار اور اس پر راضی ہوتے ہیں گویا وہ اپنی خودی کو ذلیل کر کے ایک طرح سے مار ڈالتے ہیں۔ وہ بظاہر زندہ ہونے کے باوجود مُردہ ہوتے ہیں اور ایسے لوگ مر کر دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔ غلامی کی زندگی، مرنے کے بعد زندہ ہونے کی صلاحیتوں کو فنا کر ڈالتی ہے۔ اقبال کے نزدیک غلامی اتنی بڑی لعنت ہے کہ قبر بھی غلام کی میت سے نفرت کرتی ہے اور اس کے ناپاک وجود سے پناہ مانگتی ہے۔

آج پاکستانی معاشرہ بھی فکری غلامی سے دوچار ہے، بے شعوری اپنی انتہاء پر ہے حتی کہ حکمرانوں کے ہاتھوں لٹنے کا احساس بھی مر چکا ہے۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم نے اس فکری غلامی کو اختیار کئے رکھنا ہے یا آگے بڑھ کر اپنے حقوق خود حاصل کرنے ہیں۔

نظم ''عالمِ برزخ'' کی ذیل میں بیان کردہ نثر ''حکایاتِ اقبال'' (از محمد یونس حسرت) کے نام سے علامہ محمد اقبالؒ کی نظموں کو نثری قالب میں ڈھالے گئے مجموعہ سے ماخوذ ہے۔

ایک مُردے نے اپنی قبر سے سوال کیا:

''اے میری قبر! ذرا یہ تو بتا قیامت کیا چیز ہے؟ یہ کس آج کی کل ہے؟ تو ذرا مجھے قیامت کی حقیقت سے آگاہ تو کر''۔

مُردے کا سوال سن کر قبر نے حیرانی سے جواب دیا:

''اے صد سالہ مُردے! کیا تجھے اتنا بھی معلوم نہیں کہ قیامت کیا چیز ہے؟ یہ تو میرے لئے بڑی تعجب کی بات ہے کہ تو قیامت کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ سن اور جان لے کہ قیامت دوبارہ جی اٹھنے کو کہتے ہیں اور ہر شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا کیونکہ یہ تو اس کی موت کا تقاضا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لے کہ قیامت موت کا لازمی نتیجہ ہے''۔

قبر کی یہ بات سن کر مُردے نے کہا:

''اے میری قبر! میں تو اس موت کے پھندے میں گرفتار نہیں ہوا، جس موت کا پوشیدہ تقاضا قیامت یعنی دوبارہ زندگی ہے۔ اگرچہ مجھے اس قبر میں پڑے ہوئے سو سال ہوگئے ہیں لیکن صد سالہ مُردہ ہونے کے باوجود میں اپنی قبر کی تاریکیوں سے بیزار نہیں ہوں۔ مٹی کے اس ظلمت کدے میں سو سال سے پڑے ہونے کے باوجود میرے اندر دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی آرزو پیدا نہیں ہوئی۔ اگر قیامت

اسی کا نام ہے کہ میرا نحیف وزار بدن ایک بار پھر میری روح کی سواری بنے تو میں ایسی قیامت کا طلبگار نہیں ہوں‘‘۔

مُردے کی یہ باتیں سن کر قبر سخت حیران ہوئی کہ یہ کیسا مُردہ ہے جو دوبارہ زندہ نہیں ہونا چاہتا۔ آخر اسے کس قسم کی موت آئی تھی کہ اس موت کے بعد زندگی کی طلب نہیں ہے۔ قبر ان حیرانیوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ غیب سے ایک آواز آئی اور اس آواز نے قبر کی حیرانی کو دور کیا۔ غیب سے آنے والی آواز نے کہا:

’’وہ موت جس کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے، نہ سانپ، بچھو اور دیگر کیڑے مکوڑوں کا نصیب ہے اور نہ ایسی موت چوپایوں اور درندوں کی قسمت میں لکھی ہے۔ ہمیشہ کی یہ موت صرف اور صرف غلام قوموں کا مقدر ہے۔ جو لوگ زندگی میں غلام تھے اور زندگی کے جوش اور ولولے سے محروم تھے اور جن کی زندگی ایسی زندگی تھی جو زندگی کی حقیقی حرارت سے محروم تھی۔ بھلا ایسے لوگ جن کا بدن زندگی میں بھی روح سے خالی تھا۔ مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوسکتے ہیں؟ انہیں تو بانگ اسرافیل بھی زندہ نہیں کرسکتی۔ قیامت کے دن جب اسرافیل اپنا صور پھونکے گا تو اس کی آواز سے صرف وہ لوگ زندہ ہوسکیں گے جو مرنے سے پہلے آزاد مرد تھے، گویا صحیح معنوں میں زندہ تھے۔ غلام قومیں تو زندگی ہی میں زندگی سے محروم ہوجاتی ہیں۔ غلام قوموں کے افراد تو زندگی ہی میں مرجاتے ہیں، اس لئے وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتے۔ یہ صحیح ہے کہ اس دنیا کے ہر ذی روح کی منزل قبر کی آغوش ہے لیکن مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا صرف آزاد مَردوں کا کام ہے۔ آزاد مرد تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوسکتا ہے لیکن غلام مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ تو دوبارہ زندہ ہونے کی صلاحیت ہی سے محروم ہوچکا ہے۔ غلام تو ایک طرح سے زندگی ہی میں مرچکا ہوتا ہے، مرنے کے بعد بھلا کیا زندہ ہوگا‘‘۔

غیب کی یہ آواز سن کر قبر کی حیرانی دور ہوئی اور وہ مردے سے کہنے لگی:

’’او کم بخت! اب میں سمجھی کہ میری مٹی میں اس قدر سوزش اور جلن کی کیفیت کیوں پیدا ہوگئی ہے؟ آہ ظلم! اب مجھے معلوم ہوا کہ تو دنیا میں غلامی کی لعنت میں گرفتار تھا۔ تو آزاد نہیں، محکوم تھا۔ اسی وجہ سے میری مٹی کی تاریکیاں اور زیادہ تاریک ہوگئی ہیں، تیری میت سے زمین کی شدید توہین ہوئی ہے۔ تیرے وجود نے زمین کا پردۂ ناموس چاک کر ڈالا ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ خدا محکوم اور غلام کی میت سے مجھے سو بار بچائے۔ اے اسرافیل! جلد اپنا صور پھونک تاکہ زمین تہ و بالا ہوجائے اور مجھے اس ناپاک مُردے کے وجود سے نجات ملے۔ اے خدائے کائنات! میں تیری بارگاہ میں فریاد کرتی ہوں کہ اس محکوم اور غلام مُردے کے نجس و ناپاک وجود سے جلد میری خلاصی فرما‘‘۔

قبر کی اس فریاد کے جواب میں غیب سے پھر ایک آواز آئی۔ اس آواز نے کہا:

’’اے قبر اطمینان رکھ۔ قیامت اپنے مقررہ وقت پر ضرور آئے گی۔ اگرچہ قیامت برپا ہونے پر اس کائنات کے سارے نظام کا درہم برہم ہونا ایک لازمی امر ہے لیکن یہ ہنگامہ اپنی جگہ بے حد ضروری ہے کیونکہ اسی ہنگامے کی بدولت وجود کے بھید ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں ہر شخص نے جو کام کئے ہیں، ان کے نتائج قیامت کے ہنگامے کے ذریعے ہی ظاہر ہوں گے۔ جس طرح زلزلے سے پہاڑ اور ٹیلے بادلوں کے ٹکڑوں اور روئی کے گالوں کی طرح اڑ جاتے ہیں اور وادیوں میں نئے چشمے نمودار ہوجاتے ہیں، اسی طرح قیامت بھی ایک طرح کا زلزلہ ہے، جس کی بدولت ایک نئی دنیا وجود میں آئے گی۔ تعمیر کے لئے تخریب لازم ہے۔ ہر نئی تعمیر سے پہلے پرانی عمارت کو بالکل مسمار کرنا پڑتا ہے۔ پرانی عمارت کو منہدم کئے بغیر نئی عمارت تعمیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی تخریب میں

زندگانی کی تمام مشکلات کا حل پوشیدہ ہے۔ جب قیامت کے بعد زندگی کو نئی بنیادوں پر استوار کیا جائے گا تو زندگی کی وہ تمام مشکلات دور ہوجائیں گی جن سے اسے موجودہ صورت میں واسطہ پڑتا ہے“۔

اپنے مردے سے سوال و جواب اور پھر غیب کی آواز سننے کے بعد قبر یوں گویا ہوئی:

”آہ! یہ غلامی اور محکومی جو ہمیشہ ہمیشہ کی موت کی حیثیت رکھتی ہے، اس دنیا میں سب سے بڑی لعنت ہے۔ مرگ دوام اسی غلامی کا نتیجہ ہے اور یہ غلامی اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں طاقت ور اور کمزور، قوی اور ضعیف، حاکم اور محکوم، قوموں کے درمیان ایک کشمکش جاری ہے۔ طاقت ور قومیں کمزور اور ضعیف قوموں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا اور ان پر حکومت کرنا چاہتی ہیں۔ عقل نے طرح طرح کے بت تراش رکھے ہیں اور خدا سے منہ موڑ کر ان بتوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ حاکم قومیں طرح طرح کے حیلوں سے غلام قوموں کا استحصال کرتی ہیں اور قسم قسم کے فریبوں سے انہیں اپنی غلامی پر راضی رکھتی ہیں۔

چنانچہ عقل مند ہوں یا بے وقوف، خواص ہوں یا عوام، عالم ہو یا جاہل، سب اپنی اپنی ذاتی خواہشات کے بتوں کی پرستش کرتے نظر آتے ہیں۔ اس دنیا میں جسے بھی دیکھو، وہ اپنی ہی خواہشات کا بندہ ہے اور خدائی قوانین کی بجائے اپنی خواہشات ہی کی پرستش کرتا ہے۔ وہ انسان جو خدائی صفات کا حامل تھا، جسے خالق کائنات نے اشرف المخلوقات ٹھہرایا تھا، اس دنیا میں کس قدر ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ ایسے جہان کا قائم رہنا قلب و نظر پر گراں گزرتا ہے، جس میں انسان، انسان کا غلام ہو۔ کیونکہ غلامی سے بڑھ کر اور کوئی لعنت نہیں۔ انسانی مقدر کی یہ تاریک رات ختم کیوں نہیں ہوتی۔ یہ تاریک رات ختم ہوکر صبح کا اجالا کیوں نمودار نہیں ہوتا؟“۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا دورۂ ایران

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کو ایران کے بہت سے ممتاز علماء اور مرکزی شخصیات کی طرف سے کئی برسوں سے دورہ کی دعوت دی جا رہی تھی مگر قومی اور بین الاقوامی مصروفیات کے باعث یہ دورہ موخر ہوتا رہا۔ گذشتہ ماہ 14 فروری 2014ء کو شیخ الاسلام نے ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے تحریک منہاج القرآن کے اعلیٰ سطحی وفد کے ہمراہ ایران کا دورہ کیا۔ وفد میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترمہ غزالہ حسن قادری، محترم آغاز مرتضیٰ پویا، محترم ڈاکٹر اعجاز، محترم داؤد حسین مشہدی اور دیگر احباب شامل تھے۔ ایران کے دورہ کے دوران آپ نے خطے کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات، قیام امن، علمی و فلاحی سرگرمیوں کے فروغ، جنوبی ایشیاء میں قیام امن پاکستان و ایران کے مابین غلط فہمیوں کا ازالہ اور بین المسالک ہم آہنگی کے فروغ کے لئے متعدد اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ اس دورہ کے دوران ایران کی معتبر علمی شخصیات نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تجدیدی خدمات کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور انہیں عالم اسلام کا فخر اور سرمایہ قرار دیا۔

☆ حکومت ایران کے ممتاز راہنما آیت اللہ العظمیٰ محسن الاراکی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا تہران ائیر پورٹ پر پُرتپاک استقبال کیا۔ آیت اللہ محسن الاراکی ایران کے اہم مذہبی ادارے ''مجمع تقریب مذاہب اسلامی'' کے سربراہ ہیں۔ نیز ان کے پاس ایران کا تعلیمی اور ثقافتی پالیسی ساز ادارہ ''شوریٰ عالی دفاع فرہنگی'' بھی ہے۔ ان سے شیخ الاسلام کی باقاعدہ ملاقات ''قم'' میں ہوئی جس میں باہمی دلچسپی کے امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ ملاقات کے دوران امت مسلمہ کے اتحاد کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا گیا۔

☆ اس دورہ کے دوران ایران کی متعدد دیگر ممتاز مذہبی اور علمی شخصیات سے بھی شیخ الاسلام کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اس ضمن میں ایران میں ''مرجع'' کی حیثیت رکھنے والے 95 سال کے آیت اللہ عظمیٰ محترم لطف اللہ صافی گولپائیگانی نے بھی شیخ الاسلام سے خصوصی ملاقات کی۔ انہوں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کی احادیث نبوی ﷺ اور اہل بیت اطہار کی عظمت پر کی جانے والی علمی اور تحقیقی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی جملہ علمی، فکری، تعلیمی، سماجی خدمات کو بے حد سراہا۔

☆ دورے کے دوران ایک اہم نشست آیت اللہ محترم تسخیری صاحب سے بھی ہوئی جو ''تقریب بین المذاہب'' جیسے اہم شعبہ کے سابق سربراہ رہے ہیں جہاں وہ ایران میں مذہبی ہم آہنگی کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دے چکے ہیں اور کئی بار پاکستان کے دورے کے دوران بالخصوص لاہور میں تحریک کے مرکز پر تشریف لا چکے ہیں۔

☆ شیخ الاسلام نے وفد کے ہمراہ ایران کی قدیم لائبریری مکتبہ المراشی کا بھی دورہ کیا جسے اسلامی تاریخ کے قدیم ترین کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لائبریری میں چالیس ہزار سے زائد نادر کتب اور قلمی نسخے موجود ہیں۔ لائبریری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہاں تیرہ سو سال پرانا قرآن حکیم کا نسخہ بھی موجود ہے۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے اس دورہ کے دوران ملاقات کرنے والوں میں ایک مرکزی شخصیت آیت اللہ ہاشم حسینی بوشہری بھی شامل ہیں۔ تہران، مشہد، شیراز اور قم میں ان کے دینی مراکز کی کثیر تعداد ہے۔ ملاقات کے دوران انہوں نے شیخ الاسلام کی تصانیف بالخصوص دہشت گردی کے خلاف فتویٰ، میلاد النبی ﷺ اور

Muhammad the Merciful کے معیار، علمی دلائل، اسلوب کو بے حد سراہا۔ بعد ازاں انہوں نے دیگر آیت اللہ حضرات اور ایرانی سکالرز کی موجودگی میں شیخ الاسلام کی تجدیدی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ان کی شخصیت اسلامی دنیا کا سرمایہ افتخار اور چھپا ہوا خزانہ ہے۔ اس موقع پر انہوں نے علمی وفکری استفادہ اور طلبہ کی رہنمائی کے لئے شیخ الاسلام کی جملہ تصانیف بھی اپنی یونیورسٹی اور مدارس کے طلباء کے لئے ڈیمانڈ کیں۔

☆ شیخ الاسلام نے وفد کے ہمراہ جامعہ المصطفیٰ عالمیہ کا دورہ بھی کیا جس میں پوری دنیا سے آئے ہوئے 30 ہزار طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اس یونیورسٹی کے 50 شعبہ جات ہیں۔ جامعہ المصطفیٰ عالمیہ کے دورہ کے دوران شیخ الاسلام نے وہاں کے اساتذہ، سکالرز اور طلباء سے خطاب بھی کیا۔ اس موقع پر یونیورسٹی کے چانسلر آیت اللہ اعرافی کے ساتھ تفصیلی نشست بھی ہوئی اور انہوں نے شیخ الاسلام کی خدمات کے اعتراف میں انہیں اعزازی شیلڈ بھی دی۔

اس عالمی ادارے کے طلباء کے لئے شیخ الاسلام ہر دلعزیز شخصیت کی حیثیت رکھتے ہیں، اسی لئے یہاں شیخ الاسلام پر اب تک دو تحقیقی مقالے بھی لکھے جاچکے ہیں۔ اس سلسلے میں آیت اللہ محترم فدا حسین عابدی نے حال ہی میں المصطفیٰ یونیورسٹی قم سے ''مرجعیتِ علمی اہلبیت اطہار پر ڈاکٹر طاہرالقادری کا ''نقطہ نظر'' پر پی ایچ ڈی کی تکمیل کی ہے۔ یاد رہے کہ محترم علامہ فدا حسین عابدی کے نگران بورڈ میں محترم ڈاکٹر علی اکبرالازہری بطور Co-supervisor شامل ہیں جن کی کاوشوں سے اسی یونیورسٹی میں محترم یونس حیدری دو سال قبل شیخ الاسلام کی فکری اور دینی کاوشوں پر ایم فل کی ڈگری بھی لے چکے ہیں۔

☆ شیخ الاسلام سے مذکورہ شخصیات کے علاوہ آیت اللہ عظمیٰ حسین نوری ہمدانی، قم اسلامک ریسرچ کے سربراہ آیت اللہ ڈاکٹر مصباح الیزدی، ایران کی مجلس ''خبرگان'' (اسمبلی آف ایکسپرٹس جو صدر سمیت تمام اعلیٰ عہدوں کا تعین کرتی ہے) کے ممبرز اور ایران کی دیگر ممتاز سیاسی و مذہبی شخصیات نے بھی ملاقاتیں کیں۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری وفد کے ہمراہ مشہد میں تشریف لائے تو رہبر کبیر آیت اللہ خامنئی کے خصوصی نمائندے محترم آیت اللہ واعظ الطبسی نے مشہد میں آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر شیخ الاسلام نے واعظ الطبسی سے باہمی دلچسپی کے علمی، دعوتی اور دیگر امور پر تبادلہ خیال کیا۔

☆ مشہد مقدس میں ان حضرات سے ملاقاتوں کے علاوہ شیخ الاسلام نے دو مقدس مقامات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل کی۔ جن کے مشاہدات واحوال ناقابل بیان ہیں۔ ان میں سے ایک مقام تو سیدہ معصومہ قم کا مزار مبارک ہے اور دوسرا حرم امام علی الرضاؑ ہے جن کا شمار ائمہ اہلبیت اطہار کے بارہ ائمہ کبار میں ہوتا ہے۔ ان کے آستانہ عالیہ پر 24 گھنٹے جاہ وجلال کا منظر ہوتا ہے۔ یہاں پر شیخ الاسلام پر عجیب رقت اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وفد کے ارکان سمیت مہمان ارکان بھی رقت اور گریہ کی کیفیات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شیخ الاسلام نے حرم امام میں جو دعا بار بار مانگی وہ پاکستان کی سلامتی اور یہاں مصطفوی انقلاب کی دعا تھی۔

☆ اس دورہ کے دوران شیخ الاسلام سے ایرانی نیوز ایجنسی ''فارس'' نے بھی تفصیلی انٹرویو کیا جسے وہاں کے اخبارات نے نمایاں کوریج دی۔ یہ انٹرویو دہشت گردی وانتہاء پسندی کے اسباب ومسلکی اختلافات کی وجوہات اور اسلام کی تعلیماتِ امن سے متعلق تھا۔ ان اہم موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے کہا کہ

''اسلام کے اندر موجود تمام مکاتب فکر کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے۔ مذہبی انتہاء پسندی کی تمام اقسام کی

بیخ کنی کے لئے اعتدال اور امن کا راستہ اختیار کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے مل جل کر کام کرنا ہوگا۔ افسوس کہ آج بعض ممالک میں دینی مدارس اتحاد کی تعلیم نہیں دے رہے اور نہ ہی وہاں طلباء کو یہ سکھایا جارہا ہے کہ دین کے اندر فروعی اختلافات نہ صرف قابل قبول ہیں بلکہ یہ دین اسلام کے خوبصورت رنگ ہیں۔ عدم برداشت کے رویوں کو پروان چڑھانے میں ان مراکز کا کردار افسوس ناک ہے جہاں فروعی اختلافات پر دوسروں کو کافر قرار دینے کی ذہنیت کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔

فی زمانہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مکاتب فکر اور اُن کے ادارے ایک دوسرے کی کتب کو پڑھیں اور ان کتب میں موجود مختلف فیہ تعلیمات و مسائل کے بجائے مشترک و متفق علیہ تعلیمات و عقائد پر توجہ مرکوز کریں۔ ہمیں اپنے عقائد کی بنیاد پر دوسرے کے عقیدہ کی توہین اور بے عزتی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی دوسروں کو اسلام سے باہر دھکیلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ صحابہ کرامؓ کے مابین بھی فروعی مسائل، قرآنی آیات کی تفاسیر اور احادیث نبوی ﷺ کے اطلاق پر متعدد جگہوں پر اختلافات ہوئے لیکن یہ اختلافات ان کی باہمی ناراضگی و خفگی کا باعث ہرگز نہ بنے۔

ہمیں باہمی تعلق کو اچھا اور مضبوط بنانے اور ایک دوسرے کے قریب ہونے کے لئے مشترکہ کاوشیں بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں علماء اور طلباء کے درمیان اچھے ماحول میں علمی مذاکروں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ براہ راست ایک دوسرے کے مؤقف کو سننے کا یہ عمل انتہاء پسندی کو ختم کرنے اور اعتدال و توازن کی راہ اپنانے میں ان کا معاون ہوسکے۔ نوجوان نسل اسلام سے آئے روز دور ہوتی جارہی ہے اس کی بڑی وجہ مسالک کے مابین موجود فروعی اختلافات پر دوسروں کو غلط قرار دینے کی روش ہے۔ اس لئے کہ جب وہ ان مسالک کو ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ اس طرز فکر اور سوچ سے نفرت کے باعث اسلام سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔ ہماری توجہ کا مرکزی نقطہ نوجوان نسل کو اسوۂ حسنہ اور اسلام کی اعتدال پر مبنی تعلیمات کی طرف راہنمائی ہونا چاہئے۔ یہی منہاج القرآن کا مشن ہے۔ منہاج القرآن کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا پلیٹ فارم تشکیل دیا جائے جہاں تمام مسلمان اعتدال اور ترقی پسندانہ خیالات کے ساتھ اکٹھے ہوسکیں‘‘۔

اس انٹرویو میں شیخ الاسلام نے پاک ایران تعلقات پر بھی سیر حاصل گفتگو فرمائی آپ نے فرمایا:

’’میں اہلیان پاکستان کی طرف سے امن اور اتحاد کا پیغام لے کر ایران آیا ہوں۔ اگرچہ پاکستان میں دہشت گردی و انتہاء پسندی کے مسائل موجود ہیں مگر پاکستانی قوم کی اکثریت معتدل ہے اور امن و اتحاد کی متمنی ہے۔ پاکستان اور ایران دونوں پڑوسی مسلمان ممالک ہیں انہیں باہمی تعلقات کو پروان چڑھاتے ہوئے اپنے اپنے ملکوں سے غربت کے خاتمہ، قانون کی حکمرانی، عوام کی خوشحالی اور اعلیٰ تعلیمی و سماجی اداروں کے قیام اور استحکام کو ممکن بنانا ہوگا۔ اگر قوم اپنی حکومت، ملک میں موجود انصاف و مساوات پر مطمئن ہو اور جمہوری ادارے مضبوط ہوں تو کوئی اندرونی و بیرونی قوت ان ممالک کو نقصان نہیں پہنچا سکتی‘‘۔

شیخ الاسلام کا یہ دورہ خطے میں امن کے قیام کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل تھا کیونکہ شیخ الاسلام پوری دنیا میں قیام امن کے حوالے سے نہایت مؤثر اور معتبر ترین آواز ہیں۔ عالمی برادری میں دہشت گردی کے خلاف انکا مؤقف بڑی توجہ سے سنا جاتا ہے اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے اعتدال پسند لوگ انہیں انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معتدل مؤقف کو حقیقی اسلامی مؤقف کے طور پر سنتے اور سراہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 63 ویں سالگرہ کے موقع پر

دنیا بھر میں پروقار تقریبات کا انعقاد

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 63ویں سالگرہ پاکستان سمیت دنیا کے پانچوں براعظموں میں انتہائی جوش وخروش کے ساتھ منائی گئی۔ یورپ، برطانیہ، خلیجی ممالک، امریکہ، نارتھ امریکہ، افریقہ اور جنوبی ایشیاء کے 100 سے زائد ممالک اور وطن عزیز میں صوبائی مراکز سے لے کر یونین کونسل سطح تک تنظیمات نے تقریبات کا انعقاد کیا جس میں کارکنوں نے قائد ڈے کی تقریبات کے سلسلے میں سیمینارز، کانفرنسز، کتب کی تقاریبِ رونمائی اور دیگر دعائیہ پروگرامز کا انعقاد کیا۔ ان جملہ پروگرامز میں سالگرہ کے کیک بھی کاٹے گئے۔ اندرون و بیرون ممالک میں لاکھوں کارکنوں نے 19 فروری کا آغاز دعائیہ محافل سے کیا۔ شکرانے کے نوافل ادا کیے، شیخ الاسلام کی کتب کے تحائف دیئے اور ای میلز و موبائل پیغامات کے ذریعے مبارکباد دی۔ اس دن کارکنوں کی خوشی اور مسرت کا عالم دیدنی تھا۔ شیخ الاسلام سے محبت رکھنے والے سینکڑوں کارکنوں نے ملک کی مختلف جیلوں کے قیدیوں میں مفت کھانا تقسیم کیا۔ غرباء میں صدقات و خیرات تقسیم کی گئیں۔ پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے کارکنوں نے گھروں میں 63 چراغ یا موم بتیاں روشن کیں۔ اسی طرح مرکزی سیکرٹریٹ میں 63 بکروں کا صدقہ دیا گیا۔ مرکزی سطح پر منعقدہ پروگرامز کی تفصیل نذرِ قارئین ہے:

☆ <u>منہاج یونیورسٹی:</u> منہاج یونیورسٹی میں شیخ الاسلام کی 63 ویں سالگرہ کے موقع پر ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، امیر تحریک محترم مسکین فیض الرحمٰن درانی، صدر پاکستان عوامی تحریک محترم شیخ زاہد فیاض، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم ڈاکٹر علی محمد، محترم کرنل (ر) محمد احمد، محترم جی ایم ملک، محترم جاوید اقبال قادری، محترم علامہ صادق قریشی اور دیگر مرکزی و صوبائی قائدین، اساتذہ کرام اور اقلیتی رہنماؤں نے ڈائریکٹر انٹرفیتھ ریلیشنز تحریک منہاج القرآن محترم سہیل احمد رضا کی دعوت پر خصوصی شرکت کی۔

اس پروگرام میں 63 پاؤنڈ کے پانچ کیک کاٹے گئے۔ نیز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کے حوالے سے تقاریر اور ترانے پیش کئے گئے۔ صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

آج کا دن لاکھوں کارکنوں کیلئے تجدید وفا کا دن ہے۔ وہ اس عظیم قیادت کی رہنمائی میں مصطفوی انقلاب کی منزل کو ضرور حاصل کریں گے۔ ملت اسلامیہ کے کروڑوں مسلمان شیخ الاسلام کی علمی، روحانی، تعلیمی، سیاسی اور سماجی خدمات سے استفادہ کررہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کا عالم گیر پھیلاؤ اور اس کی مؤثریت اس بات کی گواہ ہے کہ 33 سال کے قلیل عرصہ میں تحریک منہاج القرآن دنیائے اسلام کی سب سے بڑی تحریک کا روپ دھار چکی ہے اور یہ سب شیخ الاسلام کے ویژن کی بدولت ہے۔ آج دنیا بھر میں تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے لاکھوں کارکن عہد کرتے ہیں کہ ہم اس عظیم قائد کی عظیم فکر کے امین بن کر ان کے خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے اپنی تمام توانائیاں بروئے کار لائیں گے۔

اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر منوہر چاند نے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری آج سب کے لئے پیار اور

محبت کا مرکز ہیں۔ ہم تمام ہندو برادری کی جانب سے ان کی سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

محترم ریورنڈ چمن سردار نے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان کی مسیحی برادری کیلئے قابل احترام شخصیت ہیں۔ وہ حقیقی طور پر مذاہب کے مابین رواداری کو فروغ دے رہے ہیں ہم ان کی صحت اور سلامتی کیلئے ہمیشہ دعا گو ہیں۔

محترم سردار بشن سنگھ نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری امن و محبت کے سفیر ہیں۔ وہ ہمیشہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں وہ ہم سب کیلئے باعث فخر ہیں، سکھ برادری انکی درازی عمر کیلئے دعا گو ہے۔

☆ **مرکزی سیکرٹریٹ:** مرکزی سیکرٹریٹ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 63 ویں سالگرہ کے موقع پر خوبصورت تقریب منعقد ہوئی جس میں صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، صدر پاکستان عوامی تحریک محترم شیخ زاہد فیاض، مرکزی ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، جملہ مرکزی قائدین، محترم قاری وحید چشتی (قوال) اور کثیر تعداد میں مرد و خواتین نے شرکت کی۔ شیخ الاسلام کی سالگرہ کی خوشی کے اس پرمسرت موقع پر منظوم انداز میں مختلف احباب نے اپنی محبتوں کا اظہار کیا۔ شاعر انقلاب محترم انوارالمصطفی ہمدمی نے شیخ الاسلام کی خدمات کے حوالے سے اپنا منظوم کلام پیش کیا اور خوب داد وصول کی۔ محترم قاری وحید چشتی نے قوالی پیش کی۔

اس تقریب سے محترم صاحبزادہ حماد المصطفی نے ویڈیو لنک پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ’’19 فروری کا دن جہاں ہمارے لئے خوشیوں کی بہار لایا ہے وہاں ہم سے کچھ تقاضے بھی کرتا ہے اور وہ تقاضا یہ ہے کہ جس قائد سے ہم محبت کرتے ہیں ان کی منزل اور ان کا مقصد بھی ہمارا مقصد بن جائے۔ آج کا دن ہر شخص سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ جیسے آج ہم اس عظیم قائد کی ولادت کی خوشی منا رہے ہیں اور اپنے دل میں اس عظیم نعمت کی قدر رکھتے ہیں اور اپنے عظیم قائد سے محبت رکھتے ہیں تو قائد کے عظیم خواب ’’مصطفوی انقلاب‘‘ کی تعبیر کے لئے اپنے قائد کے ہمراہ تن من دھن کی بازی لگادیں‘‘۔

صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 19 فروری کا عظیم دن خوشیوں کے ساتھ ساتھ تقاضا کرتا ہے کہ اس قائد نے کس مقصد کے لئے اپنی زندگی کے اتنے سال قربان کردیئے۔ مصطفوی انقلاب کے نام سے ایک منزل ہے جسے وہ عظیم قائد ہمارے لئے، امت مسلمہ کے لئے، اللہ اور اس کے رسول کے لئے پانا چاہتے ہیں۔ اس منزل کے حصول کے لئے ہمیں قائد کا دست و بازو بننا ہوگا جب تک وہ صبح انقلاب طلوع نہیں ہوجاتی۔ اس وقت تک اپنے اوپر آرام کو حرام کرنا ہوگا۔ انقلاب اجتماعی کوشش کا نام ہے۔ سرزمین پاکستان پر صبح انقلاب کے طلوع کے لئے ہر ایک شخص کو اپنا فریضہ ادا کرنا ہے۔ آج ایک عہد کرلیں اور اس عہد کو ٹوٹنے نہ دیں کہ ہم نے ایک کروڑ نمازیوں کی تیاری میں اپنے حصے کا حق ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشن مصطفوی پر استقامت دے اور ہمیں اپنے عہد کی پاسداری کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ **پریس کلب لاہور:** پاکستان عوامی تحریک لاہور گلبرگ اے کے زیراہتمام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 63 ویں سالگرہ کے موقع پر 23 فروری 2014ء کو پریس کلب لاہور میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کی۔ ممتاز صحافی محترم قیوم نظامی، محترم سینیٹر کامل علی آغا،

محترم چودھری سالک حسین، جرمنی کے سکالر محترم ڈاکٹر کرسٹین نے بھی شرکت کی اور خطابات کئے۔ لاہور اور گلبرگ اے کے جملہ عہدیداران، کارکنان و رفقاء بھی اس پروگرام میں موجود تھے۔

ممتاز صحافی و کالم نگار محترم قیوم نظامی نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عوام یقین پیدا کریں کہ انقلاب سے ہی مسائل حل ہوں گے۔ ڈاکٹر طاہر القادری تاریخ کی آواز بن کر پسے ہوئے طبقات کو انقلاب کی نوید سنا رہے ہیں۔ جبر، تشدد اور دہشت گردی کے خلاف ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی مضبوط آواز بین الاقوامی سطح پر سنی گئی اور انہوں نے اسلام کا حقیقی چہرہ دنیا کو دکھایا''۔

سینئر محترم کامل علی آغا نے کہا ''ڈاکٹر طاہر القادری انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف معتبر ترین حوالہ ہے اور دنیا انکی خدمات کی معترف ہے۔ انکا الیکشن سے قبل کا مؤقف حرف بہ حرف درست ثابت ہوا اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کے قائدین نے بعد از الیکشن انکے مؤقف کی تائید کی ہے کہ نظام کو بدلے بغیر عوام کی پارلیمنٹ تشکیل نہیں پا سکتی۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری قوم کو انقلاب کا جو پیغام دے رہے ہیں اسکی تقلید کرنا ہوگی۔ عوام کو امن اور دہشت گردی میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا پیغام امن، اسلام اور پاکستان کیلئے ہے اس پر عمل درآمد سے ہی ملک میں دائمی امن قائم ہوگا''۔

جرمنی کے ممتاز سکالر ڈاکٹر کرسٹین نے کہا کہ ''مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے درمیان مشترکہ اقدار پر اکٹھا ہونا ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری عالم اسلام کے سکالر اور پاکستان کے رہنماء ہیں جو اختلاف کو احترام دیتے ہیں اور دنیا کو سلامتی اور امن دینے کی فکری، علمی اور عملی رہنمائی دے رہے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف ان کا تاریخی فتویٰ اقوام عالم کیلئے بڑا اثاثہ ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں امن کے سفیر ہیں، اللہ انکی عمر دراز کرے۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

بدامنی، ظلم، بربریت، لاقانونیت اور دہشت گردی کے خلاف عوام کو اٹھنا ہوگا اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا دست و بازو بن کر ملکی مفادات کی دھجیاں اُڑانے والے حکمرانوں کو اقتدار کے ایوانوں سے باہر پھینکنا ہوگا۔ ملکی حالات متقاضی ہیں کہ پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا پیغام انقلاب و امن لے کر گلی گلی کوچہ کوچہ پھیل جائیں اور شعور انقلاب کو قوم کے ذہنوں کی تختیوں پر کندہ کر دیں۔ عوام پاکستان گھروں سے نکلیں گے تو انقلاب آئے گا۔ عوام سیاسی جدوجہد کے ذریعے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو انکی اگلی سالگرہ پر انقلاب کا تحفہ دیں۔ پاکستان نااہل اور کمزور سیاستدانوں کے نرغے میں ہے اس لئے سب کچھ ہونے کے باوجود ملک کا معاشی و سیاسی وقار کھو گیا ہے۔ پاکستان میں ایسے "لیڈروں" کی کمی نہیں جو پاپولر فیصلے کرتے ہیں مگر انکے نتائج ملک وقوم کے حق میں نہیں نکلتے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری انقلابی لیڈر ہیں جو حالات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر آنے والی نسلوں کے مفادات اور ملک کے استحکام کیلئے فیصلے کرتے ہیں۔ اسی لئے تو ہر ایک کی زباں پر ہے کہ "ڈاکٹر طاہر القادری ٹھیک کہتے تھے"۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا ویژن پاکستان اور امت مسلمہ کو وقار و عزت دے گا۔ عوام اس یقین کے ساتھ انقلاب کیلئے نکلیں کہ انکو ڈاکٹر طاہر القادری جیسا عظیم لیڈر میسر ہے جو پوری امت مسلمہ کا مقدر بدلنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

❁❁❁❁❁

شیخ الاسلام کی جملہ ممبران، ڈونرز و وابستگانِ منہاج القرآن کیلئے اَہم ہدایات

شیخ الاسلام کی خصوصی ہدایت پر تمام ممبران، ڈونرز و وابستگانِ منہاج القرآن اور دیگر تمام فورمز کو دنیا کے کسی بھی ملک میں عطیات کی مہم کے سلسلے میں تین بنیادی اصولوں کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے:

1۔ عطیات کی اپیلیں منہاج القرآن کے ذمہ داران/ عہدیداران کی طرف سے ہی کی جاسکتی ہیں، قطع نظر اس کے کہ عطیہ کی جانے والی رقم کتنی ہے۔

2۔ ہر عطیہ کی جانے والی رقم کی باقاعدہ دستخط شدہ رسید جاری کرنا/ وصول کرنا لازم ہے۔

3۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل نے دنیا بھر میں ماضی میں کبھی کوئی پرائیویٹ یا خفیہ فنڈ قائم نہیں کیا اور نہ ہی مستقبل میں ایسے کسی فنڈ کی کوئی گنجائش ہے۔

4۔ شیخ الاسلام نے ساری زندگی دنیا بھر میں کسی بھی شخص سے کبھی کوئی عطیہ/ نذرانہ/ ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ یہی معمول ان کے دونوں صاحبزاگان اور ان کے خاندان کے دیگر اراکین کا ہے۔ پوری دنیا میں کسی بھی شخص یا عہدیدار کو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں یہ اجازت نہیں دی گئی کہ شیخ الاسلام اور ان کی فیملی کے ذاتی استعمال کے لئے کوئی رقم بطور عطیہ وصول کرے۔

اوپر بیان کئے گئے بنیادی اصولوں کی روشنی میں دنیا بھر میں موجود منہاج القرآن انٹرنیشنل کے ممبران، متعلقین اور کسی بھی مد میں عطیہ دینے والے خواتین وحضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ عطیات کی ادائیگی/ وصولی کے سلسلے میں درج ذیل طریقہ کار پر سختی سے عمل کریں:

☆ ممبرز اور ڈونرز اس بات کو ترجیح دیں کہ وہ اپنے عطیات براہِ راست منہاج القرآن انٹرنیشنل/ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے بنک اکاؤنٹ میں جمع کروائیں۔

☆ نقد رقوم کی ادائیگی کی شکل میں اِس اَمر کی پوری کوشش کی جائے کہ ان کی ادائیگی منہاج القرآن انٹرنیشنل کے شعبہ مالیات یا اس کے کسی سنٹر میں ہی کی جائے اور عطیہ دیتے وقت ہر عطیہ کے وصول کرنے کی دستخط شدہ رسید حاصل کی جائے۔

☆ یہ اَمر یقینی بنایا جائے کہ عطیہ وصول کرنے والا شخص MQI یا اس کے کسی فورم کا باقاعدہ عہدیدار ہے اور اسے متعلقہ مد میں فنڈ جمع کرنے کی اجازت ہے۔ اِس اَمر کی تصدیق متعلقہ برانچ کے صدر/ ناظم یا ڈائریکٹوریٹ آف فارن آفیئرز (DFA) سے کی جاسکتی ہے۔

☆ عطیہ دیتے وقت ہمیشہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ رقم کی وصولی کی دستخط شدہ رسید حاصل کر لی گئی ہے۔ اگر یہ رسید نہیں دی گئی تو یہ آپ کی اَخلاقی، تحریکی و تنظیمی ذمہ داری ہے کہ رسید لینے پر اِصرار کریں اور اگر

اس کے باوجود رسید نہیں دی جاتی تو اس صورت میں فوراً ڈائریکٹوریٹ آف فارن آفیئر ز (DFA) کو اس امر کی اطلاع کریں۔

☆ کسی شخص کو بھی اس کے عہدے اور کسی حالیہ ذمہ داری کے حوالے سے قطعاً یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے طور پر کسی ذاتی پراجیکٹ کے لئے مالی اپیل کرے۔ اگر کوئی شخص اس غیر اخلاقی کوشش میں ملوث پایا جائے تو آپ کی اَخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس کی اطلاع فوری طور پر ڈائریکٹوریٹ آف فارن افیئر ز (DFA) کو دیں۔

☆ کسی بھی فرد/عہدیدار کو خواہ وہ عہدے میں کتنا ہی سینئر کیوں نہ ہو، اسے شیخ الاسلام کے نام پر یا ان کی فیملی کے ذاتی اخراجات کے حوالے سے (جس میں ان کے ذاتی و سفری اخراجات بھی شامل ہیں) فنڈ لینے کی کبھی بھی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

☆ اگر کوئی شخص ایسی کارروائی میں ملوث ہو یا کوشش کر رہا ہو تو فوری طور پر DFA کو اس کی اطلاع کرنا لازم ہے۔

تمام ممبران و وابستگان کو بارِ دگر سختی سے ہدایت کی جاتی ہے کہ اوپر بیان شدہ ہدایات اور طریقہ کار پر عمل پیرا ہوں تاکہ فنڈز کی وصولی اور ان کے استعمال کے سلسلہ میں اعلیٰ سطح کی شفافیت اور ایمانداری کو برقرار رکھا جاسکے۔ ان ہدایات کی خلاف ورزی کو تنظیمی جرم سمجھا جائے گا اور ایسی کسی اطلاع کو چھپانا یا پردہ ڈالنا بھی اسی زمرہ میں شمار کیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁

شیخ الاسلام کی 63 ویں سالگرہ کے موقع پر منعقدہ مرکزی تقاریب

مرکزی سیکرٹریٹ

منہاج یونیورسٹی

پریس کلب لاہور

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
Regd CPL No.41